THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, May, 09, 2011
(70th Session)
Volume III No. 06
(Nos. 1-09)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran…………………	1
2.	Leave of Absence…………………………...…...	2
3.	Further Discussion on the statement of Dr. Firdaus Ashiq Awan, Minister for Information, on US operation inside Pakistan's soil on 2nd May, 2011…………………………………….…	3-37

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume III No.06 SP. III (6)/2011 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 09, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at fifty two minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُہَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ

بَیْنَہُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَہْوَآءَہُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً

وَّ مِنْہَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىکُمْ فَاسْتَبِقُوا

الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾

ترجمہ : اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر شامل ہے تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دیے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو۔ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تم کو اختلاف تھا وہ تم کو بتا دے گا۔

(سورۃ المائدہ آیت ۸۴)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکٹر ایڈوکیٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پہلے Leave applications لے لیتے ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکٹر ایڈوکیٹ: پوری سرکار غائب ہے بشمول لیڈر آف دی ہاؤس۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ Leave application

Leave of Absence

جناب چیئرمین: پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۵ مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد اعظم خان سواتی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۲ تا ۹ مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۹ مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: ایٹم نمبر ۲ سلیم سیف اللہ صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں۔ Item No. 2 and 3 deferred. سلیم سیف اللہ صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں۔ Item No 4 and 5 deferred. چوہدری شجاعت حسین صاحب، ایس ایم ظفر صاحب، وسیم سجاد صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔ Item No. 6 and 7 deferred. سلیم سیف اللہ صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔ Item No. 8 and 9 deferred. Item No 10 وسیم سجاد صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔

Item No. 10 and 11 deferred. Item No. 12, motion.

Further Discussion on the Statement of Dr. Firdaus Ashiq Awan, Minister for Information, on US Operation inside Pakistan's Soil on2nd May,2011

We may now take up item No. 12 regarding further discussion on the following motion moved by Senators, Prof. Khurshid Ahmed, Muhammad Ishaq Dar, Mir Hasil Khan Bizenjo and Dr. Khalid Mehmood Soomro on 4th May, 2011.

"The House may discuss the statement of Dr. Firdaus Ashiq Awan, Minister for Information and Broadcasting, made in the House on 4th May, 2011, on US operation on Pakistan soil on 2nd May, 2011, and its implications."

جی کون صاحب پہلے speech کریں گے؟ کاکڑ صاحب آپ۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: میں تو کل کچھ معروضات پیش کر چکا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ کر چکے ہیں۔ ٹھیک ہے آپ کر چکے ہیں۔ جی حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے ۲ مئی کے واقعہ پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۲ مئی کا واقعہ ہماری سلامتی پر ایک کاری ضرب ہے۔ جناب والا! ۲ مئی کے واقعے کے دو پہلو میری نظر میں ہیں۔ اس کو اگر سچا مانا جائے، حقیقی مانا جائے تو پھر بھی کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس کو جھوٹا مانا جائے، بظاہر جھوٹا ہے بھی، اس کو اگر جھوٹا مانا جائے تو پھر بھی کئی سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر اس کو حقیقی اور سچا واقعہ تسلیم کیا جائے تو سوال نمبر 1 یہ ہے کہ ایک غیر ملک نے ہماری سرحدوں کے تقدس کو کیوں پامال کیا؟ سوال نمبر دو یہ ہے کہ اس نے چوری چھپے یہ ساری واردات کیوں کی؟ سوال نمبر تین یہ ہے کہ ہم ایک خود مختار ملک ہیں اور 14 اگست، 1947 کو ہم نے آزادی حاصل کی تھی۔ ہماری فوج دنیا کی مانی ہوئی فوج ہے۔ کیوں ہماری سیکورٹی ایجنسیوں سے اور دوسرے اداروں سے پوچھے بغیر یہ واقعہ ہوا؟ سوال نمبر چار یہ ہے کہ ہمارے ملک بلکہ ہر ملک کا ایک نظام ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کوئی ملک دوسرے ملک کی سرحد

کو عبور نہیں کرسکتا ہے تو 2 مئی کو ہمارا وہ سسٹم کہاں تھا؟ سوال نمبر پانچ یہ ہے کہ 2 مئی کے واقعے پر محترم صدر صاحب، وزیر اعظم صاحب اور سر براہان فوج کا کیا رد عمل ہے؟

جناب چیئرمین! اس طرح کے کئی اور سوالات ہیں لیکن میں صرف ان پر اکتفا کرتا ہوں اور میں یہ کہتا ہوں کہ اس طرح کے واقعات اگر ہمارے ملک میں ہوتے ہیں اور رونما ہو جاتے ہیں تو پھر ہماری سلامتی کہاں گئی؟ پھر ہماری خود مختاری کہاں گئی؟ ہمیں 14 اگست، 1947 کو یہ ملک کسی نے تحفے میں نہیں دیا تھا۔ یہ ملک کسی نے ہمیں خیرات میں نہیں دیا تھا۔ جناب چیئرمین! یہ ملک جو ہم نے حاصل کیا تھا یقین کریں بڑی جدوجہد اور بڑی محنت کے ساتھ ہمارے اکابرین نے خون بہا کر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ جناب چیئرمین! میں آپ پر یہ بھی واضح کردوں کہ اگر اس طرح کے واقعات ہمارے ملک میں ہوتے ہیں تو ہم ان کی روح کے سامنے شرمندہ ہیں۔ آخر ہم نے اس ملک کے لئے کیا کیا ہے؟ جناب چیئرمین! میں تو سمجھتا ہوں کہ جو 1947 میں IDPs ہو کر وہاں سے کتنی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرکے یہاں پر آئے ہیں اور کس مقصد کے لئے آئے تھے؟ وہ اس مقصد کے لئے آئے تھے کہ یہ ہمارا ملک ہوگا، آزاد ملک ہوگا اور اس پر کسی کا تسلط نہیں ہوگا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نظام ہوگا اور ہمارا اسلامی نظام ہوگا۔ ہم اس ملک میں آزادی کے ساتھ گھوم پھر سکیں گے۔ کیا مطلب نکل آیا؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان اکابرین کے اور پیش رووں کے خون کے سامنے اور روح کے سامنے ہم شرمندہ ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر اس قسم کے واقعات ہیں تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوام تو درکنار، عوام تو بڑے دور کی بات ہے اگر کل صدر صاحب اپنے ہاؤس میں سوئے ہوئے ہوں، کوئی آئے****** ہم کیا کر سکیں گے؟ اسی طرح وزیر اعظم صاحب ***ہماری پھر یہ بات ہوگی کہ اگر دوبارہ آئے تو ہم آپ کو دیکھیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اس پر کوئی زیادہ بات مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ میں نے ابھی ایک دوست سے یہ عرض کیا۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: یہ جو صدر اور وزیر اعظم صاحب کے بارے میں کہا گیا ہے اس کو expunge کیا جائے۔

Mr. Chairman: O.K. It may be expunged.

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! میں نے ابھی کسی کو کہا کہ خدا نہ کرے کہ اگر

*** Words expunged by orders of the Chairman

میرے گھر سے کوئی میری ماں کو زبردستی لے جائے اور پھر میری بہن اور میرے رشتہ داروں کی جستجو میں ہوں اور میں یہ کہوں کہ اگر تم دوبارہ آئے تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔ یہ کوئی بات ہے؟ ہم فوج کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ ہم نے فوج کے لئے وہ کام کئے ہیں کہ ساری دنیا پر عیاں ہیں۔ ہم آگے تھے اور فوج ہمارے پیچھے تھی۔ موجودہ دہشت گردی کے نظام میں بھی جناب چیئرمین ہم آگے تھے۔ میرا تعلق مہمند ایجنسی سے ہے، کسی سے پوچھ لیں ہم آگے آگے اور فوج ہمارے پیچھے پیچھے تھی۔ میں جناب چیئرمین! یہ سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ سے ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔ ادھر تو ہم گپ شپ لگاتے ہیں اور تھوڑا غم غلط کر لیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! باہر کے ملکوں میں جو ہمارے عوام ہیں، باہر ممالک میں جو ہماری سوسائٹی ہے یقین کریں وہ اپنا منہ چھپا نہیں سکتے۔ تو جناب چیئرمین! آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟ اسی طرح اس واقعہ سے ہماری اتنی بدنامی ہو گئی ہے اور ہم بہت شرمسار ہیں۔ آج کل تو پڑوسی ملک انڈیا والے بھی کہتے ہیں کہ ہم بھی اس طرح کا واقعہ کر سکتے ہیں اور ہمارے پاس بھی اس طرح کا حق ہے۔ جناب چیئرمین! یہ صورتحال ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بحیثیت حکمران اور بحیثیت نمائندہ قوم ہم سب ذمہ دار ہیں۔ ہم نے اس ملک کے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔ میں آج اعتراف کرتا ہوں اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اوپر لیول کے صدر سے لے کر نیچے تک جتنے بھی لوگ ہیں وہ اعتراف کریں کہ ہم ناکام ہو گئے ہیں اور ہم نے قوم کا دفاع صحیح طریقے سے نہیں کیا ہے۔ بنگلہ دیش نے ہم سے آزادی حاصل کی ہے۔ ان کے پاس نہ تو دہشت گرد ہیں اور نہ تخریب کار ہیں۔ اس وقت جب وہ آزاد ہو گئے تو بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے کہا تھا خیر ہے وہ تو سیلابوں والی جگہ ہے اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن آج ان کو دیکھیں وہ بھی ہم سے آگے جا رہے ہیں۔ وہ بھی ترقی پر ہیں۔ وہ کم از کم بدنام نہیں ہیں۔ ہم تو پوری دنیا میں بدنام ہیں۔ یہ کس طرح کی مصیبت ہم پر آ گئی ہے۔ ہم اس قوم کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہیں۔ اپنی ماؤں اور بہنوں کی خاطر اور عوام کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ مرنے کے لئے تیار ہیں لیکن بے غیرتی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم بے غیرت قوم نہیں ہیں۔ ہم باغیرت قوم ہیں۔ ہم قوم کی خاطر مرتے ہیں لیکن بے غیرتی قبول نہیں کرتے۔

جناب چیئرمین! میں نے ابتداء میں یہ عرض کی تھی کہ اگر یہ سچا واقعہ ہے تو یہ گھمبیر صورتحال ہے لیکن جناب چیئرمین! دوسرے طبقے کا یہ خیال ہے اور میں نے ابتداء میں بھی عرض کی اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ 100 فیصد ڈرامہ اور جھوٹ ہے اور پاکستان کو صرف بدنام کرنے کے لئے ایک مذموم کوشش ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں، اس کے کئی

دلائل ہیں۔ گورے اگر ایک کام کریں اور اس کی ویڈیو نہ بنائیں، گورے ایک کام کریں اور اس کی تصویر نہ بنائیں، گورے ایک کام کریں اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ بنائیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کہ میرا دل و دماغ مانے۔ جناب چیئرمین! اگر اس نے بنائی ہیں تو کیوں دنیا کے سامنے وہ لاتے نہیں ہیں۔ کیوں دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جناب چیئرمین! اسی طرح بہت سی چیزیں ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے ڈرامہ ہے۔ اگر یہ سچ ہوتا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر پاکستان کے ساتھ ان کا رویہ ایسا نہ ہوتا۔

جناب چیئرمین: چلیں conclude کرلیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! میں مختصر کر دیتا ہوں۔ پھر اس کام کے بڑے چرچے ہوتے۔ پھر وہ دنیا کو اور طرح سے بتا دیتے لیکن اس دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ وہ اس طرح کی باتیں نہیں کرتے ہیں۔ یہ اگر سچا واقعہ ہوتا تو اس طرح وہ سامنے نہیں لاتے۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہتا ہوں اور میری اپنی رائے ہے کہ یہ صرف اور صرف پاکستانی فوج، پاکستان کے سیاسی اکابرین، اور پاکستان کے دوسرے تمام اداروں کو بدنام کرنے کی ایک مذموم سازش ہے۔ جناب چیئرمین! آخر میں آپ کی وساطت سے ایک مطالبہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بھی 2 مئی کو واقعہ پیش آیا ہے اس کے لئے ایک عدالتی کمیشن بنایا جائے اور اس کے جو ذمہ دار ہیں ان کو کم از کم قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! میرے دوسرے ساتھیوں نے اپنی speeches میں 2 مئی کے واقعے پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ واقعہ اتنا خوفناک اور ڈراؤنا تھا کہ 24 گھنٹوں میں ہماری حکومت اور اداروں نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ آج بھی ہماری قوم تقسیم ہے، کچھ لوگ غائبانہ نماز جنازہ سڑکوں پر پڑھتے ہیں اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ یہ ڈراما ہے۔ اب یہ عجیب سا مخمصہ پوری قوم میں ہے، وہ تذبذب کا شکار ہے۔ جہاں تک ہماری sovereignty کے challenge کی بات ہے تو امریکن نے operation تو کیا ہے لیکن terrorist organization کا head جو ایبٹ آباد میں جیسے کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال سے رہ رہا تھا اور اس کی اہلیہ بھی گرفتار ہوئی اور اس کی statement بھی آئی کہ اسامہ کو مار دیا گیا یا وہ مر گیا تو ہم قوم کو کیوں تذبذب میں رکھ رہے ہیں جو

کہتے ہیں کہ کچھ ہوا ہی نہیں ہے؟ ہمارا یہ وتیرہ آج سے نہیں ہے، یہ cold war سے ہے۔ ہم نے cold war کے لیے اپنا کندھا دیا اور ایک dictator نے اپنی حکومت کو طول دینے کے لیے جہاد کے نام سے war شروع کی، اس میں ہمارے اور بھی بہت سے لوگ involve ہیں۔ ہم نے اس کے لیے پوری دنیا سے لوگوں کو اکٹھا کیا اور 9/11 کے واقعہ کے بعد ایک اور dictator نے پورا بارڈر seal کیا اور ایک وزیرستان کا کھول دیا جس سے یہ لوگ ہمارے علاقے میں آئے۔ عجیب سی بات ہے کہ agencies کہتی ہیں کہ ہمیں نہیں پتا لیکن ایک غیر ملکی اتنا بڑا لیڈر logistic support کے بغیر کیسے ایک شہر میں آ کر رہ سکتا ہے۔ کیا اس میں کوئی لوگ involve نہیں ہیں؟ اگر State کی agencies اس میں involve نہیں ہیں تو ان لوگوں سے تو ضرور پوچھا جائے جو جہاد افغانستان کے نام سے لڑ رہے تھے، ان کو تو اس کا پتا ہو گا۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بالکل پتا نہیں ہے اور یہاں کوئی بھی نہیں آیا ہے۔ میں اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے اندر جتنے بھی لوگ پکڑے گئے وہ ہماری ایک political and religious party کے ورکروں کے گھروں سے پکڑے گئے اور آپ نے انہیں امریکہ کے حوالے کر دیا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کے گھر میں کیسے آیا تھا، کیسے آپ کے گھر میں رہ رہا تھا اور آپ نے کیوں اس کو گھر میں رکھا تھا؟ اگر ہم اس وقت ان سے پوچھ لیتے اور اس کا تدارک کرتے تو شاید آج ہماری ساری قوم اس نوبت تک نہ پہنچتی ۔ اب ہماری معیشت بیٹھ رہی ہے، ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور بدنام بھی ہو رہے ہیں۔ لڑائی کسی اور کی تھی اور وہ ہمارے گلے میں پڑ گئی ہے۔ جناب! کرنل امام اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ ایک دن وہ میرے ساتھ جیو کے ایک پروگرام میں تھے تو وہ کہہ رہے تھے کہ جب میں افغانستان سے آ رہا تھا تو خواتین اور بچے سڑکوں پر آ کر میرے ہاتھ کو چوم رہے تھے۔ میں نے کہا کہ کرنل صاحب کیوں نہیں چومتے ہوں گے؟ کہنے لگے کیوں، میں نے کہا اس لیے کہ ہمارے پختون یہی سمجھ رہے ہیں کہ ملا عمر نہیں ہے، ملا عمر یہی کرنل امام ہے۔ آپ افغانستان میں اتنے مشہور ہوئے ہیں تو پھر وہ آپ کا ہاتھ نہیں چومیں گے تو کس کا چومیں گے۔ وہ کہنے لگے لاحولاولا قوۃ، آپ کیسی بات کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ٹھیک بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ 1974 میں کیپٹن تھا، سپیشل فورس کا آدمی تھا، مجھے بالاحصار قلعہ میں بریگیڈیر نے بلایا اور مجھے کہا کہ آپ کے ذمے ہم ایک کام لگا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ضرور لیکن کیا کام ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا تو وہاں پر جماعت اسلامی کی leadership حکمت یار، ربانی وغیرہ سارے بیٹھے تھے، کہا کہ آپ نے انہیں گوریلا ٹریننگ دینا ہے۔ میں نے پوچھا کہ

جناب! آپ نے کب سے یہ کام شروع کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ پھر آپ قوم کو غلط بات بتا رہے ہو، کوئی قوم کو صحیح بات بتاتا ہی نہیں ہے۔ آج تک قوم کو یہ نہیں بتایا کہ یہ لڑائی ہم کس کے لیے لڑ رہے ہیں۔ یہ لڑائی ہم نے کس لیے لڑی ہے اور کس طرف ہم اس ملک کو لے کر جا رہے ہیں۔ آج بھی ہم جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ آج بھی کچھ لوگ سڑکوں پر نکل کر ایسی باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے باہر کی دنیا کہتی ہے کہ یہ دہشت گرد پالتے ہیں۔ ہم ادھر ان کے جنازے پڑھ لیتے ہیں اور دوسری طرف ہم کہتے ہیں کہ ہم کسی کو نہیں رکھتے۔ ہماری سرزمین پر کوئی نہیں ہے۔ ہماری سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہو رہی۔ ہم اپنی متضاد پالیسیوں کی وجہ سے اس نوبت پر آپہنچے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہم نے اس تضاد کو ختم کرنا ہے یا نہیں؟ کیا ہم نے اس تضاد سے نکلنا ہے یا نہیں؟ کیا ہم نے اپنے گھر کے اندر دیکھنا ہے کہ ہمارے ساتھ کون رہ رہے ہیں؟ ہمارے گھر کے اندر ہمارے دشمن ہیں یا دوست؟ اس سے ہمارے ملک کو کتنا نقصان ہوا ہے؟ ہمارے ہاں جو suicide killing ہو رہی ہیں یہ افغان جہاد کے بعد سے شروع ہوئی ہے۔ کیا ہمارے مدرسے، مزارات، ہسپتال اور جنازہ گاہیں محفوظ ہیں؟ ایسا کون لوگ کر رہے تھے؟ یہ وہی لوگ ہیں، یہ کوئی باہر سے نہیں آ رہے۔ ہم میں سے بھی کچھ لوگ خریدے جاتے ہیں جو ہمارے پیچھے بیٹھ کر نقصان کرواتے ہیں۔ اب تک ہم قوم سے ساری باتیں چھپا رہے ہیں کہ ہم کس لیے یہ لڑائی لڑنا چاہتے ہیں۔ اس بارے میں جو ہماری جہادی پالیسی تھی وہ کہاں تک پہنچ چکی ہے؟ ہم نے اس جہاد پالیسی کے بدلے کیا لیا ہے اور کیا لے رہے ہیں؟ ہم نے اس کو continue کیوں رکھنا ہے؟ اس میں ہمارے کیا مقاصد ہیں؟ ہم قوم کے لیے اس کے بدلے کیا لے رہے ہیں؟ ہمیں کوئی تو بتا دے کہ اس پالیسی سے ہم نے کیا لینا ہے۔ کیا آپ نے افغانستان کو فتح کرنا ہے؟ کیا آپ نے کشمیر کو زبردستی لینا ہے؟ اگر ایسا ہے تو قوم کو بتا دو تاکہ وہ بسم اللہ اکبر پڑھ کر جہاد پر چلے جائیں، ماری جائیں گے یا قبضہ کر لیں گے لیکن یہ دوغلی پالیسی آگے نہیں چلے گی۔ آپ کو دنیا بھی نہیں چھوڑے گی۔ اگر آپ دنیا میں isolate رہنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی ہے۔ ہم اس پالیسی کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں۔ میرا تو ایک مطالبہ ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ میری پارٹی کا نہ ہو کہ جس طرح حمود الرحمٰن کمیشن مشرقی پاکستان کے لیے بنایا تھا اس طرح کا کمیشن ادھر بننا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس میں کیا State یا ہمارے ادارے involve ہیں یا ہم نے State سے باہر جو ادارے تھے جو آج ہمارے ہی گلے پڑ گئے ہیں جو اس ساری خرابی کے ذمے دار ہیں جس سے ہمیں شرمندگی اور رسوائی بھی پوری دنیا میں ہو رہی ہے اور ہم برباد ہو رہے ہیں۔ ہماری معیشت بیٹھ رہی ہے، ہم مر رہے

ہیں۔ ہم تباہ ہو رہے ہیں اور بدنام بھی ہو رہے ہیں۔ ہمیں ان ساری چیزوں کو دیکھنا ہو گا۔ اگر ہم یہی کریں گے تو کہیں ہمیں مشرقی پاکستان کی طرح کوئی اور نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ ہم سے مشرقی پاکستان گیا، کئی سال گزر گئے لیکن حمودالرحمٰن کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر نہیں آئی۔ اگر ایسے حالات ہم رکھیں گے تو پھر بربادی کے علاوہ کوئی نئی چیز نظر نہیں آرہی۔ ہمیں وہی کرنا ہو گا اور اس کے لیے ہمیں time limit دینی ہو گی اور اس میں جو بھی لوگ involve ہیں، انہیں قوم کے سامنے لانا چاہیے کہ ان کو logistic support کس نے دی ہے؟ کون انہیں ہمارے ملک کے اندر لائے؟ یہ کہاں بس رہے ہیں؟ کس کی support انہیں حاصل ہے؟ یہ لوگ باہر سے ہمارے ملک کے اندر آکر ہماری sovereignty کو challenge کرتے ہیں۔ اگر ہم نے اس کا تدارک نہ کیا، اس کا فیصلہ نہ کیا تو جو حالات ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے ہیں اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہم جو چیزیں میڈیا پر دیکھ رہے ہیں اور پھر کہیں کہ یہ واقعہ ہوا ہی نہیں لیکن ہم کچھ بھی کہہ دیں لیکن دنیا نے سارا ملبہ ہم پر ڈال دیا ہے۔ اگر آپ دنیا کے کسی بھی channel کو دیکھیں تو ہمارا image خراب ہو رہا ہے۔

جناب! اب میں ایک اور بات بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کہتے ہیں کہ چائنا ہماری ضرور مدد کرے گا لیکن وہ ہمارے ساتھ کندھے ملا کر لڑنے کے لیے نہیں آئے گا۔ آپ نے جنگیں لڑی ہیں، آپ کی مدد کرنے کے لیے کوئی نہیں آیا۔ آپ ان چیزوں پر کیوں تکیہ کرتے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ اپنے آپ کو کیوں نہیں ٹٹولتے ہیں؟ آپ اپنی خرابیاں کیوں چھپائے رکھتے ہیں؟ ساٹھ سال سے آپ اپنی قوم سے پالیسیاں چھپا رہے ہو، آخر کیوں چھپاتے ہو؟ اپنی قوم کو بتاؤ کہ ہماری یہ پالیسی ہے اور اس پالیسی کے ساتھ ہم نے زندہ رہنا ہے، اس پالیسی کے ساتھ ہم نے ملک کو آگے بڑھانا ہے، ہم نے اس پالیسی کے ساتھ فلاں فلاں علاقے اپنے ملک میں شامل کرنے ہیں۔ اگر قوم اس پر agree ہے تو بے شک کر لیں لیکن یہ بات ہے کہ ہماری ہی بربادی ہو گی جس طرح پہلے ہوئی، آدھا پاکستان تو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور جو باقی ماندہ ہے اس کے ساتھ بھی یہی حشر کرنا ہے تو یہ آپ کا فیصلہ ہے اور اس سے آپ کو کوئی روک بھی نہیں سکتا ہے لیکن میں پھر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک کمیشن بننا چاہیے وہ اسی طرز کا ہو جس طرح حمودالرحمٰن کا کمیشن تھا اور اسے time limit دیا جائے اور پارلیمنٹ یہ فیصلہ کرے کیوں کہ اس بارے میں حکومت کچھ نہیں کر سکی، اس کے ادارے کچھ نہیں کر سکے۔ اب قوم کی پارلیمنٹ پر نظر ہے۔ قوم چاہتی ہے کہ جو باتیں اس سے چھپائی جاتی رہی ہیں وہ پارلیمنٹ ان کے سامنے رکھے۔ ہماری کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے، بلوچستان اور پختونخوا کی صورتحال آپ

کے سامنے ہے لیکن اس کے باوجود ہم رٹ لگاتے ہیں کہ ہمارے اندر کوئی نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہے۔ ہمیں اب سوچنا چاہیے ۔ ہم نے اس ملک کو بچانا ہے اور یہ ذمہ داری اب پارلیمنٹ کی ہے کہ وہ ایک کمیشن بنائے اور اسے time limit دے اور وہ State agencies اور وہ لوگ جو جہاد کے نام سے logistic support دیتے رہے ہیں ان کی investigation کرے۔ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ یہ قوم اور ملک سے غداری ہے، ان کو سزا ملنی چاہیے۔ جناب! آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! وزیراعظم صاحب ہمارے ہاؤس میں آتے نہیں ہیں اس دن بھی ہم نے walkout کیا تھا۔ اب سنا ہے کہ پانچ دس منٹ کے بعد قومی اسمبلی کو وہ خطاب کریں گے اور جو واقعہ ہوا ہے اس پر بات کریں گے تو آپ سے التماس ہے کہ جب وہ خطاب کریں تو اس وقت اس اجلاس کو برخاست کر دیں تاکہ ہم لابی میں بیٹھ کر ان کا قیمتی خطاب سنیں۔

جناب چیئرمین: ابھی پتا چل جائے گا۔ یہ روایت نہیں ہے۔ جی مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد، اعوذ باللہ من الشطین الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! یہ 2 مئی کے واقعات پر بات چیت ہو رہی ہے۔ میں جس کو سنانا چاہتا تھا وہ تو جا رہی ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: چلیں مشاہد اللہ صاحب کا سنیے پھر چلے جائیے۔ انہوں نے request کی تو ادھر آ کر بیٹھ جائیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات یاد نہ تم کو آ سکے
تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمہیں بھلا سکے
اور ایسا ہو کوئی نامہ بر بات پر کان دھر سکے
اور اگر یقین کر سکے جا کر انہیں سنا سکے

میں مختصراً گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ 2 مئی کو جو واقعہ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں تو واقعات بہت سارے ہوتے رہے ہیں اور اس پر بھی اگر روایتی بات کی جائے کہ ہماری خودمختاری پر بڑی ضرب لگی

ہے تو یہ ایک روایتی بات ہو گی حالانکہ خود مختاری پر اس سے پہلے بھی ضربیں لگتی رہی ہیں اور خاص طور پر جب کولن پاؤل کا پرویز مشرف کو فون آیا تھا تو ہماری خود مختاری چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی اور اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس وقت خود مختاری کو چیلنج کیا گیا تھا اور اس کے بوٹوں کے نیچے کچلا گیا تھا تو اس وقت بیشمار لوگ ایسے تھے ، بہت سارے سیاستدان ایسے تھے ، بہت سارے مجاہد اعظم ایسے تھے ، بہت ساری سیاسی جماعتیں ایسی تھیں ، بہت سارے سیاسی لیڈر ایسے تھے جو یہ کہتے تھے کہ اس کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں تھا ذرا record recall کر کے دیکھیئے اور ہوتا یہی ہے کہ جب تک پانی ہمارے سر سے اوپر نہ گزر جائے اس وقت تک ہمیں ہوش نہیں آتی ۔ کارگل کا واقعہ ہوا اس کے خلاف آواز اٹھی کہ کمیشن بننا چاہیے ۔ یہاں حمود الرحمٰن کمیشن کی بات ہو رہی تھی ۔ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ بھی ابھی تک پوری شائع نہیں ہوئی ہے ۔ official شائع ہی نہیں ہوئی اس کے کچھ حصے شائع ہوئے ہیں اور اس کے بعد بھی بیشمار واقعات ہوئے ہیں ، میں کارگل کی بات کر رہا تھا میں صرف یہ خبر دار کرنا چاہتا ہوں ، اس وقت ہماری PML حکومت نے کمیشن بنانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن آپ نے دیکھا کہ جنھوں نے کارگل کی جنگ لڑی اور اس کی ذمہ داری کس پر ڈالی گئی اور کن کی حکومت گئی تو آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں:

اگر آپ نے روایتی طریقے سے جیسے ماضی میں ہوتا رہا ہے اس مسئلے کو handle کرنے کی کوشش کی اس لیے کہ کارگل میں ہم پر کسی نے حملہ نہیں کیا تھا یہ فرق ہے ایبٹ آباد اور کارگل میں ؟ ایبٹ آباد میں ہم پر حملہ ہوا ہے کارگل، متنازعہ علاقے میں ہم حملہ آور گردانے گئے تھے اس کے باوجود حکومت چلی گئی تھی اور جو قصور وار تھے انہوں نے اپنا قصور نہیں مانا تھا سویلین گورنمنٹ میں کمزور لوگ ہوتے ہیں ان پر ڈالا اور ان کو اٹھا کر پرے کیا۔ میں خبردار کرنے کے لیے یہ بات کرنا چاہتا ہوں ابھی بہت ساری باتیں ہو رہی ہیں ، باتیں تو بہت ساری ہو سکتی ہیں کہ افغانستان میں کیا ہوا تھا جب روس نے افغانستان میں حملہ کیا تھا۔ اس وقت لاکھوں لوگ وہاں مر گئے۔ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو پھر بھی لاکھوں لوگ مرے جا رہے ہیں اور موت کا رقص ایسا ہے کہ یہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا اور اس خطے کے لوگوں کے خون کو اتنا ارزاں سمجھ لیا گیا ہے ۔ بین الاقوامی قوتوں کی طرف سے تو وہی سمجھتے ہیں کہ یہ گاجر مولی ہیں انہیں کاٹو، ان کے جو معصوم بچے ہیں ان کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے ، ان کے بڑے بوڑھے ، عورتوں کی کوئی عزت نہیں ہے ، کوئی افتخار نہیں ہے ، کچھ بھی نہیں ہے اور ہم یہاں بیٹھ کر کبھی روس کا ساتھ دیتے ہیں کبھی امریکہ کا ساتھ دیتے ہیں ۔ پشتون کی بھی بات کرتے ہیں ،

پشتون تو ہمیشہ ہی بیچارہ مرا ہے ، پشتون پر جب روس نے حملہ کیا تھا اس وقت بھی پشتون مرا تھا اور آج اگر امریکہ نے حملہ کیا تو پھر بھی پشتون مر رہا ہے لیکن دیکھنا یہ ہوگا کہ ہم حملہ آوروں کا ساتھ دیتے ہیں یا پشتونوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ پشتون تو مظلوم ہے ، پشتون تو ہمیشہ مرتا ہے لیکن پشتون کے ساتھ ہم آج بھی نہیں کھڑے ہیں ، آج بھی ہم امریکہ کے ساتھ کھڑے ہیں ، اس وقت ہم روس کے خلاف امریکہ کے ساتھ کھڑے تھے ، کچھ لوگ روس کے ساتھ کھڑے تھے تو باتیں بہت ساری ہیں لیکن نتیجہ nutshell میں یہی آیا ، کہ غریب مر گیا ، لاکھوں لوگ مر گئے اور کچھ لوگوں کا تیل بک گیا ، کچھ لوگوں کے Patriot missile بک گئے ، کچھ لوگوں کے راکٹ لانچر بک گئے اور اس کے بعد دنیا میں اسلحے کی بڑی deals ہوئی اور ہر جنگ کے بعد یہی ہوتا ہے ۔ اس کے بعد 1990 کی گلف وار ہو یا ایران اور عراق کی جنگیں ہوئی ہیں اس سے پہلے بھی تاریخ بھری پڑی ہے کہ ہر جنگ کے پیچھے economic وجوہات اور پیسا ضرور ہوتا ہے ۔ آج بھی جو کچھ ہو رہا ہے ۔ جناب چیئرمین ! وہ آپ کے سامنے ہے ۔ یہ ایبٹ آباد کا جو واقعہ ہے اس کے دو پہلو ہیں ایک وہ جس پر بہت بات ہو رہی ہے کہ وہاں پر اسامہ بن لادن ختم ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے ہیں۔ پہلے تو یہ سوال یہاں اٹھ رہے تھے لیکن اب تو امریکہ میں اٹھ رہے ہیں ۔ میرے بھائیوں نے اس کو follow کیا ہے ۔ کل ایران کے intelligence Chief نے جو بیان دیا ہے وہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہوگا اس کو بھی چھوڑ دیں اس پر تو ہم اعتبار نہیں کرتے ہیں لیکن امریکہ کے اندر یہ سوال کر رہے ہیں ۔ لوگ CNN کے گھنٹے بھر کے پروگرام میں بیٹھ کر یہ سوالات کر رہے ہیں کہ آپ نے یہ کیوں چھپایا ہوا ہے آج خود کیوں شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے ہیں ۔ کل انہوں نے جو فلمیں چلائی ہیں اس کے اندر صرف ویڈیو ہے آڈیو نہیں ہے آپ نے ساری دنیا کو احمق سمجھ لیا ہے ساری دنیا کو بیوقوف سمجھ لیا ہے ۔ ہمیں کسی سے کوئی ہمدردی نہیں ہے ۔ کوئی آج مرا ہے یا کوئی آٹھ سال پہلے مرا ہے یا دس سال بعد مرا ہے ۔ وہ ایک علیحدہ بات ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہمیں بیوقوف کیوں بنایا جاتا ہے ہم سے صاف کیوں بات نہیں کی جاتی اور پھر بات بڑی مزیدار ہے ۔ کہتے ہیں کہ 50 کھرب ڈالرز کا نقصان ہو گیا ہے ۔ 5 trillion dollars کا اسامہ بن لادن کی وجہ سے نقصان ہوا ہے ۔ تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسامہ بن لادن کی موت کے بعد دو تین اور اسامہ پیدا ہو گئے تو امریکہ تو منگولیا بن جائے گا اگر ایک اسامہ بن لادن امریکہ کے 50 کھرب ڈالر کھا گیا اور اگر دو تین اور پیدا ہو گئے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں تو امریکہ کا کیا ہوگا آپ اگر اس طریقے سے لوگوں کو ماریں گے ۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ القاعدہ اور اسامہ بن لادن نے بے گناہ لوگوں کو مارا تو پھر جب القاعدہ کے چیف کو آپ نے پکڑا تو اسے عدالت میں پیش

کرنا چاہیے تھا تاکہ ساری دنیا کو یہ پتا لگتا کہ انھوں نے واقعی بیگناہ لوگوں کو مارا ہے۔ آپ نے کیوں چھپایا اس بات کو، آپ اس کو court of justice میں پیش کر سکتے تھے لیکن آپ نے پیش نہیں کیا، آپ نے murder کیا، آپ بھی تو قاتل ہیں آپ نے خود عراق میں کیا کیا؟ ابھی افغانستان میں کیا کر رہے ہیں؟ اور جس طریقے سے آپ کے detonations ہیں جس کو media guided missile کہتے ہیں آپ نے ہالی وڈ کی فلمیں دکھا دکھا کر ان کا mindset بنا دیا ہے کہ جو میڈیا کہہ رہا ہے وہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور ان کے media کے جو سب سے زیادہ components ہیں وہ Hollywood کی stories ہیں اور جس انداز میں ایبٹ آباد کا واقعہ ہوا ہے بالکل Hollywood کی فلم لگتی ہے۔ اس میں کتنی سچائی ہے، وہ آج نہیں آئی کچھ عرصے بعد آجائے گی جو بھی صورت حال ہے وہ ضرور سامنے آئے گی لیکن ابھی تک نہ صرف امریکہ بلکہ ان کے میڈیا اور ان کی حکومت نے جان بوجھ کر اس سارے واقعے کو مشکوک بنایا ہوا ہے۔ اسی طرح ہماری حکومت اور ہماری ایجنسیوں نے بالکل وہی style اپنایا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے اور کبھی کبھی شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان سب کو پتا ہے، ہماری حکومت کو بھی پتا ہے ہماری ایجنسیوں کو بھی پتا ہے، امریکہ کو بھی پتا ہے لیکن کچھ باتیں چھپائی ہیں اور وہ چھپانے کے لیے ایک جھوٹ کے لیے سو جھوٹ ان کو بولنے پڑتے ہیں یا بالکل ایسے لگتا ہے کہ ہمارے لوگوں کو کچھ پتا نہیں ہے پتا ہے یا نہیں ہے؟ لیکن سچائی زیادہ دیر تک چھپ نہیں سکتی وہ ضرور ابھر کر سامنے آتی ہے۔ آج جو کردار ہمارا ہے آج جس طریقے سے قوم میں مایوسی پھیلی ہوئی ہے ایک سکوت کا عالم ہے، گبھراہٹ ہے یہ ایسی ہی گبھراہٹ ہے جب 11 مئی 1998 کو ہندوستان نے پانچ دھماکے کیے تھے تو پورے ملک میں ایک مایوسی اور سکوت پھیل گیا تھا۔ یہی مئی کا مہینہ تھا لیکن جب قوم کو اعتماد میں لیا گیا اور قوم سے کہا گیا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو میاں نواز شریف نے پوچھا، تو پوری قوم نے یک جان ہو کر یہ کہا کہ قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تو اس وقت بھی یہ نواز شریف کوئی import کیا ہوا نہیں تھا یہ نواز شریف Made in Pakistan تھا تو اس وقت لوگ امریکہ کے خلاف کھڑے ہوئے تھے نہ صرف امریکہ نے بلکہ پوری دنیا سے ٹیلی فون آئے کہ یہ نہیں کرنا، دھمکیاں دی گئیں لالچیں دی گئیں اور پھر یہ بھی کہا گیا کہ sanctions لگ جائیں گی لیکن قوم قیادت کے پیچھے کھڑی تھی اور قیادت دیانت داری سے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی تو مئی کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے وہ مایوسی ختم ہو گئی تھی۔ اٹھائیس مئی کو آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے ان کے پانچ دھماکوں کے جواب میں چھ دھماکے کیے تو پورے ملک میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ آج کی حکومت کیوں ایسا وتیرہ اختیار

نہیں کرتی، وہ کیوں وہ راستہ نہیں چنتی کہ جس میں وہ پاکستان کے عوام کو اکٹھا کرے۔ پاکستان کے عوام سے پوچھے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ پاکستان کے عوام، ان سے جو مطالبے کر رہے ہیں، ان پر خاموشی ہے۔ آج آٹھواں دن ہے۔ ایسی خاموشی ہے، جیسے کسی نے کہا ہے:

جاگنے والو! تا بہ سحر خاموش رہو
کل کیا ہو گا، کس کو خبر، خاموش رہو
کس نے سحر کے پاؤں میں زنجیریں ڈالیں
کس پہ ہوا آہوں کا اثر، خاموش رہو
شاید چپ رہنے میں عزت رہ جائے
چپ ہی بھلی ہے اے اہل نظر! خاموش رہو

اس طرح کی خاموشی! میں کہتا ہوں کہ اس خاموشی کو توڑیں۔

جناب چیئرمین: چلیے conclude کر لیجیے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب! میں ایک دو منٹ میں کرتا ہوں۔ حکومت کو چاہیے کہ اس خاموشی کو توڑے۔

کوئی جام کھنکا ہو، کوئی پھول مہکا ہو
مستقل خاموشی تو موت کی نشانی ہے

پورے ملک میں ایسا سکوت ہے جو موت کا سا سکوت ہے۔ جو قبرستان کی سی خاموشی ہے۔ کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ٹامک ٹوئیاں ماری جا رہی ہیں اور پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں اور پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کی انویسٹی گیشن نہیں ہو گی۔ اس کے ذمے داروں کو اگر آپ فی الفور سزا نہیں دینا چاہتے، ان سے استعفے نہیں لینا چاہتے تو کم از کم ان کو معطل ضرور کریں اور اس کے بعد جس طرح ایک لارجر بنچ بھٹو صاحب کی عدالتی تحقیقات کر رہا ہے، اسی طرح کا لارجر بنچ اس معاملے کی تحقیقات کرے اور اگر اس حکومت نے ذرا سی سستی کی تو یہ حکومت گئی۔ چند دنوں میں گئی۔ اس لیے کہ سارا ملبہ ان پر ڈال کر، آپ یہ دیکھیے گا کہ ان کو ذلیل کیا جائے گا اور لوگ اپنی شرٹیں جھٹک کر، کلین ہو کر اس ملک کے عوام کے سامنے اس طرح آ جائیں گے، جیسے ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے قصر صدارت میں بھی اپنا پیغام

پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس قصر صدارت میں اپنا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ جس قصر صدارت میں دو مئی کی شام کو اقتدار کا گورکھ دھندہ عروج پر تھا۔ وہاں پر کوئی دو مئی کی بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہاں پر بات یہ ہو رہی تھی کہ جس کو قاتل لیگ کہا گیا، ان کے ساتھ معاملات کیسے ہوں گے۔

جناب چیئرمین: Conclude کر لیجیے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: ان کے ساتھ الیکشن الائنس کیسے ہوگا؟ ان کے کتنے وزیر لیے جائیں گے؟ یہ حال ہے اس حکومت کا۔ یہ حال ہے قصر صدارت کا۔ میں اس قصر صدارت کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے، اس ملک کے عوام کے لیے سوچیں۔ یہ اقتدار آنی جانی چیز ہے۔ اقتدار یوں آتا ہے اور دوسری چٹکی بجانے میں چلا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ یہ پاکستان کی اٹھارہ کڑور امنگوں اور آرزوؤں کا سوال ہے۔ ان آرزوؤں کو اپنے پیروں تلے مت کچلیے۔ آپ ان لوگوں کا رویہ مت اختیار کریں، جو اپنے جوتوں کے نیچے آئین کو کچلتے ہیں۔ آج اگر آپ پاکستان کے عوام کی آرزوؤں کو اپنے پیروں تلے کچلیں گے تو کل آپ کی حکومت نہیں رہے گی۔ میں یہ چاہتا ہوں اور نواز شریف بھی یہ چاہتے ہیں کہ یہ حکومت قائم رہے۔ یہ جمہوری نظام قائم رہے لیکن اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے، اس ایکسٹینشن پالیسی سے باہر نکلنا ہوگا۔ اس ملک کے عوام کی طاقت کو اپنے پیچھے لانا ہوگا۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ مشاہد اللہ صاحب۔ پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد الخالق پیرزادہ: الحمد للہ رب العالمین۔ قل عاقبۃ للمتقین۔ والصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین۔ سیدنا محمد رحمۃ للعالمین و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین۔ اما بعد۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے مختصر بیان کو فارسی کے ایک شعر سے شروع کروں۔ اس وقت اپنا، اپنی قوم کے بڑے ساتھیوں کا، اپنی قوم کے بزرگوں کا، اپنی قوم کے نوجوان کا، اپنی قوم کے بچوں کا، اپنی قوم کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے حال کو آپ کے سامنے اس شعر میں رکھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ اولو الالباب، اہل دل، حکمران ہوں یا محکوم ہوں، اسے محسوس کر کے اس قوم پر رحم کرنے کا ارادہ کر لیں گے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا حال یہ ہے:

تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم۔

میرا پورا جسم اور تن زخموں سے لبریز اور بھرا ہوا ہے۔ کہاں کہاں میں دوائی کا پھایہ رکھوں۔

تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم

دریں جا پنبہ نہم داغ زیادہ تر

جہاں بھی میں دوائی رکھتا ہوں، وہاں داغ زیادہ ہو جاتا ہے۔ میرا اور میری قوم کا یہ حال ہے۔ پاکستان جتنی میری عمر ہے، سن سینتالیس سے لے کر تاشقند کے معاہدے تک، پاکستان کے ساتھ پیدا ہونے والے اس بچے کو، جو آج بوڑھا ہو گیا ہے، دھوکے میں رکھا گیا۔ اس کو حقائق نہیں بتائے گئے۔ اس سے، اس کی نسل سے کیا کیا۔ کیا فیصلے دشمن کے ساتھ ہوئے، کیا کیا دوستی کے عہد و پیمان ہوئے یا کیا مقابلہ کرنے کی شرائط رکھی گئیں، بڑے بڑے جرنیلوں نے ہمیں نہیں بتایا۔ پروپیگنڈے کی جھوٹی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان، جس کا ایک پاٹ جھوٹ اور ایک پاٹ سچ کا ہے، اس میں کب تک یہ قوم پستی رہے گی۔ ہمارے پاؤں تو قبر کے کنارے پر چلے گئے ہیں۔ ہم سوچتے تھے کہ قائد اعظم کے شاگرد اور اولاد کم از کم بات میٹھی کر کے ہمارا دل مطمئن کرتی اور روٹی، پانی، چینی، آٹا مہیا کر کے ہمارا دل مطمئن کرتی اور روٹی، پانی، چینی، آٹا نہیں دیتی تو کوئی بات نہیں، ہماری غیرت کو تو مبہم نہ کرے۔ ہماری ناک نہ کاٹے۔ ہماری گردنیں نہ جھکوائے۔ ہمارے چہروں اور عزت کو پامال نہ کرے۔ وہاں وزیر اعظم صاحب خطاب فرمائیں گے۔ اللہ ان کا بھلا کرے۔ یہاں ہم خطاب کر کے ان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ جتنے بڑے کلیدی ادارے ہیں، وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور قوم کو ایک ایسا اعلامیہ دیں، جس سے ہماری عزت رہ جائے اور جو ہوا ہے، اگر کڑوا ہے، ہم کڑوا پی لیں گے، اگر میٹھا ہے، ہم اسے بھی قبول کر لیں گے لیکن اس قوم کو ایک دفعہ حقیقت بتائیں۔ تاشقند سے چلے تھے اور کارگل تک پہنچ گئے۔ پتا نہیں کوئی صدر اٹھایا گیا، کوئی پھانسی لگا، کسی کو ڈیرہ غازی خان سے اٹھایا گیا، کسی کو بلوچستان سے اٹھا کر لے گئے، کوئی سرحد سے اٹھا کر لے گئے، کوئی پنجاب سے اٹھا کر لے گئے۔ ہم ہیں، ہمارا نہ آگے کوئی ہے، نہ کوئی پیچھے ہے۔ جیسے مولوی صاحب نے، سینیٹر صاحب نے سادہ سی زبان میں کہا، اگر میری ماں کو کوئی اٹھا کر لے جائے اور پھر میں کہوں کہ تم ہمارے گھر آنا تو میں دیکھوں گا۔ یہ تو وہی بات ہو گئی، جو کہا کرتے تھے کہ ''میں ماموں کو بلا رہا ہوں، مار لے جتنا مارنا ہے۔ میرا ماموں آجائے گا، پھر تجھ سے پوچھوں گا۔'' یہ تو ایک مذاق والی مثال تھی۔ اگر اب یہی اس قوم کے ساتھ کرنا ہے۔ ہماری فوج کو بے غیرت مشہور مت کرو۔ یہ غیرت مند فوج ہے۔ یہ بہادر فوج ہے۔ اس ملک میں جتنے ادارے کسی جمہوری حکومت کو چلانے کے لیے بنتے ہیں، وہ تمام کے تمام بڑے مضبوط اور مستحکم ہیں۔ اگر وقتی طور پر کچھ corruption ہو رہی ہے تو کیا ہوا، یہ زمین تو سونا اگلتی ہے۔ کل کو پھر پیسا آجائے گا، ایسا کوئی

مسئلہ نہیں ہے لیکن غیرت گئی ہوئی واپس نہیں آئے گی۔ یہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب تشریف لائے ہیں، ان کو بٹھائیں۔ تمام وزیروں کو بٹھائیں۔ Parliament کے تمام بڑے لوگوں کو بٹھائیں۔ عدالت والوں کو بٹھائیں اور جتنے بھی بڑے بڑے ادارے ہیں، ان کے سربراہوں کو بٹھا کر، ۱۰۰ سر جوڑ کر، ہمیں ایک دن کے اندر اندر بتائیں، ورنہ ہم تم پر مقدمہ کر سکتے ہیں کہ تم نے قوم کے دلوں کو زخمی کیا ہے۔ اس زخمی کرنے کا ہم کو جواب دے دو۔ اس کا تاوان دے دو، پھر کون دے گا؟ اس قوم کو ایک پیغام دو، ایک بات پر متفق ہو جاؤ۔ ہمیں پتا ہے کیا ہوا ہے۔ سب کو پتا ہے کیا ہوا ہے۔ یہاں بھی کوئی نہیں بولتا، وہاں بھی کوئی نہیں بولتا۔ یہاں بھی کوئی نہیں بولتا، پیچھے بھی کوئی نہیں بولتا، آگے بھی کوئی نہیں بولتااور توبہ کر کے سارے متقی ہیں۔ توبہ کی، پھر توبہ کی، پھر توبہ کر کے توڑ دی۔ اس طرح توبہ پر توبہ، توبہ، توبہ کر اٹھی۔ ہم کہاں جائیں؟ ہم ایک عزت مند باپ کے گھر پیدا ہوئے جو انیس سال انگریز کی جیل میں رہا۔ ہم نے پڑھا، دینی اور دنیاوی علوم حاصل کیے، آج تک رشوت نہیں لی، آج تک ناجائز پیسہ نہیں کمایا، پانچ مرلے پر بڑی مشکل سے مکان بنایا۔ ہم اس غیرت کا جواب چاہتے ہیں، ہمیں بتایا جائے کہ کیا ہوا تھا اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کے سر اگر اپنے ہی جھکا دیں تو جھکتے ہیں ورنہ دشمن میں اتنی طاقت نہیں چاہے اس کے پاس یورپین، نیٹو اور امریکہ جیسی دس طاقتیں ہوں۔ لہذا خدا کے لیے ان عزت مند سروں کو کوئی تحفہ دے دیں۔ اتنے بڑے بڑے وزیر بیٹھے ہیں، جا کر صدر صاحب سے کہہ دیں کہ پیرزادہ یہ کہہ رہا تھا، وہ رو رہا تھا، فریاد کر رہا تھا۔ اس کی فریاد پر سارے سینیٹر سر ہلا رہے تھے۔ الطاف حسین بھائی کہہ رہے ہیں کہ سارے بڑے دماغ اور ملک و قوم کے ذمہ دار اکٹھے ہو کر ایک گول میز کانفرنس کریں اور قوم کو حقیقت بتائیں اور میں ربِ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ ہو گیا، انہوں نے حقیقت بتا دی تو ہمارے دل مطمئن ہوں گے، ہم شرمندہ ہونے والی قوم نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ مولانا غفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واعتصمو بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقو۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایک حساس موضوع پر گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے۔

جناب والا! آج پوری قوم افسردہ ہے، پوری قوم مایوسی کا شکار ہے کہ یہ کیا ہو گیا۔ پوری قوم یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ ایبٹ آباد جیسا ایک پر امن شہر جہاں کبھی بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا، وہاں آرمی کی ناک کے نیچے اتنا بڑا واقعہ پیش آیا۔ یہ سب آخر کیا ہے؟ کہا تو یہ گیا کہ آرمی والوں کے قریب ہی ایک مکان میں اسامہ بن لادن ٹھہرے ہوئے تھے اور American forces کو فقط چالیس منٹ لگے ہیں۔ اگر اس کا تجزیہ کیا جائے کہ چالیس منٹ میں ہیلی کاپٹر وہاں گرا ہے، کمانڈو بھی اترے، اسامہ بن لادن خالی ہاتھ کھڑے تھے، گولی مار کر ان کو شہید کیا گیا، پھر اس کی لاش کو اٹھایا اور وہاں پر جو دیگر لوگ تھے، ان کو بھی اٹھایا گیا۔ یہ پوری کارروائی صرف چالیس منٹ میں ہوئی ہے۔ کیا عقل سلیم یہ بات تسلیم کرنے کو تیار ہے؟ پھر غضب پر غضب، ظلم پر ظلم یہ کہ ہماری آرمی والوں نے ہیلی کاپٹروں کی آواز نہیں سنی، وہ دھماکے اور فائرنگ نہیں سنی۔ یہ سب کچھ بالکل خاموشی سے ہو گیا۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوئی ہے کہ امریکہ نے جب بھی کوئی جھوٹ بولا، پوری دنیا نے آنکھیں بند کر کے اس کو تسلیم کیا ہے اور ہم بھی کر رہے ہیں لیکن اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ چلیں! پوری دنیا ہمارے ساتھ جو بھی ڈرامہ کر رہی ہے لیکن کیا چوبیس گھنٹے گزرنے کے باوجود ہم اپنی قوم کے اطمینان اور ان کی تسلی کے لیے دو بول بھی نہیں بول سکے کہ یہ واقعہ رونما ہوا کہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو ہمارا کردار کیا تھا؟ کیا ہماری جوابدہی بنتی ہے، ہماری کوئی ذمہ داری تھی؟

جناب والا! بات کی جاتی ہے کہ سوویت یونین افغانستان میں داخل ہوا۔ آج ان واقعات کو، افغانوں کے اس رد عمل کو، پاکستان یا دنیا سے جو لوگ آ کر اس مدافعتی جنگ کا حصہ بنے، اس کو کوئی کسی پر ڈالتا ہے، کوئی کسی پر ڈالتا ہے لیکن یہ حقائق ہیں کہ جو لوگ اس طرح کی بات کر رہے ہیں، وہ ان دنوں حکومت میں تھے، حکومت کا حصہ تھے۔ یہ ساری پالیسیاں ان ہی کے دور سے شروع ہوئی ہیں۔ ہم JUI والے پرویز مشرف کے دور میں مسلسل چیختے چلاتے رہے کہ خدارا! ان پالیسیوں پر نظر ثانی کرو اور اس وقت جو کچھ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے، یہ سب ہماری پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ پارلیمنٹ ایک قرارداد pass کرتی ہے، دو، اڑھائی سال گزرنے کے باوجود اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔

جناب والا! یہ افسوسناک امر پاکستان کے اس دوست نے کیا ہے جس کی دوستی کا ہم تریسٹھ سال سے دم بھر رہے ہیں، اس سے dictation لے رہے ہیں۔ میں نے اس کو کبھی دوست نہیں کہا

لیکن پاکستان کے حکمران، مقتدر قوتیں اس کو اپنا دوست کہتی ہیں۔ اس دوست نے ہمارے منہ پر ایسی کالک ملی ہے کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ دنیا کی مطلوب ترین شخصیت شیخ اسامہ بن لادن کی ایبٹ آباد میں آرمی کی بغل میں رہائش، کوئی پانچ، کوئی چار، کوئی دو سال کہتا ہے، اتنا عرصہ وہاں رہنے کو امریکہ ثابت کر رہا ہے اور ہمارے ادارے بے خبر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد دنیا جو کچھ کہہ رہی تھی کہ پاکستان دہشت گردی کا مرکز اور پناہ گاہ ہے، کوئی مانے یا نہ مانے لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔ انڈیا نے اسی دن کہا کہ ہم کہتے تھے کہ پاکستان دہشت گردی کا مرکز ہے، وہاں پر دہشت گرد پلتے ہیں، ان کی سرپرستی کی جاتی ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی کہ دنیا کی انتہائی مطلوب شخصیت بارڈر سے پانچ سو کلومیٹر اندر ایبٹ آباد جیسے پر امن شہر اور وہ بھی آرمی والوں کے قریب ہی مکان سے پکڑی گئی، اسے مارا گیا یا شہید کیا گیا، جو بھی ہوا اور اسامہ بن لادن یا اس کے جو حمایتی لوگ دنیا میں ہیں، ان تمام کی نفرت بھی پاکستان سے بڑھی اور پوری دنیا بھی اب پاکستان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہے اور بہرحال اب دنیا نے یہ طے کر لیا ہے کہ پاکستان دہشت گردی کا مرکز ہے، اب اس کو زندہ سلامت نہیں چھوڑنا۔ جناب چیئرمین! ان حالات میں پوری قوم کی ذمہ داری بنتی ہے لیکن سب سے زیادہ حکمرانوں کی ذمہ داری بنتی ہے، ہماری ان forces کی ذمہ داری بنتی ہے، ہم اپنے پیٹ کاٹ کے جن کا بجٹ بڑھاتے ہیں اور ان کو تنخواہیں دیتے ہیں، اس مقصد کے لیے دیتے ہیں کہ وہ ملک کے سرحدوں کی محافظ ہیں، ملک کی حفاظت کریں گے، ملک اور قوم کو بچائیں گے۔ آج قوم یہ سوال پوچھتی ہے کہ ہم جس ادارے کے لیے اتنی بڑی قربانیاں دیتے ہیں، اس ادارے کا کردار ملک کے تحفظ کے لیے کیا ہے، ملک کو بچانے کے لیے اس کا کیا کردار ہے؟ حکومت کس چیز کا نام ہے، جیسے کہتے ہیں کہ اگر حکومت اور ریاست اپنے باسیوں کو امن اور تحفظ نہ دے سکے تو اسے حکمرانی کا حق نہیں ہے۔

اب ان حالات میں آپ فیصلے کریں، آپ کوئی رائے قائم کریں کہ اتنا بڑا واقعہ اور سانحہ ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جسے قوم کبھی نہیں بھول سکے گی، اس قوم کو مایوسی، افسردگی اور پریشانی سے کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام تر اختلافات کے باوجود وحدت کی ضرورت ہے، یک جہتی کی ضرورت ہے اور یکسو ہو کر ملکی مفاد اور قومی مفاد میں پالیسیاں ترتیب دیں، میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر ہماری پالیسیاں قومی خواہشات کے مطابق ترتیب پائیں، قوم، حکومت اور جو مقتدر ادارے ہیں، ان کی سوچ صحیح ہو، ملک اور قوم کے لیے مثبت سوچ رکھتے ہوں، یہ پوری قوم ان کے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑی ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا کچھ نہیں کر سکتی۔ آج میں پارٹی

کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے ایک بات کہہ رہا ہوں کہ یہ ملک کسی فرد واحد یا چند لوگوں کے باپ کی جاگیر نہیں ہے، یہ یہاں پر رہنے والے ہم سب لوگوں کا ملک ہے، ہم سب کے آبا و اجداد نے اس ملک کی تعمیر اور آزادی کے لیے قربانیاں دی ہیں، جدوجہد کی ہے۔ ملک کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے، یقیناً کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ہمارے نااہل لوگوں نے ملک کی کیا حالت کر دی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب پاکستان ہر طرح سے پھنسا ہوا ہے، اگر ہم نے یک جہتی کا مظاہرہ نہ کیا اور ایسے واقعات کا سد باب نہ کیا تو ہم اپنا توازن کھو بیٹھیں گے، ہم اپنی سلامتی کھو بیٹھیں گے، ہم اپنے دفاع کے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے میری گزارش ہو گی کہ بہر حال یہ بہت بڑا سانحہ ہے، بہت بڑا واقعہ ہے لیکن حکومت اور اداروں کی غفلت ایک سوالیہ نشان ہے اور قوم اس سوال کا جواب چاہتی ہے کہ ہمارے ادارے اور ہماری حکومت کہاں گئی تھی کہ یہ سارا کچھ ہو گیا۔ وآخر دعونا ان الحمدللہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آج سے ایک ہفتہ قبل 2 مئی کو ایبٹ آباد کا سانحہ ہوا جس کے بعد پوری قوم سکتے میں ہے اور ابھی تک سکتے میں سے نہیں نکلی۔ اس پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور آج پاکستان کے وزیر اعظم کی ایک ہفتے کے بعد آنکھ کھلی ہے، شاید وہ بھی کچھ کہنے والے ہیں، وہ کیا کہیں گے، ا مجھے ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! ایسا واقعہ ، ایسا terrorism اور ایسی دہشت گردی جو ہمارے ملک کی سرزمین پر ہوئی لیکن اس کی اطلاع America کے صدر صاحب نے اپنے national hook up پر آ کر پوری دنیا کو دی۔ ہم اس پر کتنے سنجیدہ ہیں، ہماری political and military powers ہیں۔ میں پہلے political power کی بات کر لوں کہ جناب چیئرمین! record کی بات ہے کہ اس پر ابھی تک Cabinet meeting نہیں ہو سکی یعنی آپ سنجیدگی کا اندازہ لگائیں، وزیر اعظم پاکستان نے اس پر Cabinet meeting نہیں بلائی کہ اس کو 10 minutes کے لیے discuss کر لیں کہ یہ کیا ہوا ہے۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا ملک پچھلے دس سالوں سے سیاسی طور پر تباہ اور کھوکھلا ہو چکا ہے، معاشی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے، اخلاقی طور پر اس کا کوئی سر اور پیر نہیں ملتا۔ آج دفاعی لحاظ سے جو کہ ایک آخری امید تھی اور جس پر پاکستان کا شہری مہنگائی اور بے روزگاری سے رات کو بھوکا تو سو جاتا تھا لیکن اس کو کم از کم یہ تسلی تھی کہ کوئی بیرونی جارحیت اس کی نیند میں مداخلت نہیں کر سکتی۔

جناب چیئرمین! بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مبارکبادیں دی گئیں، ہمارے ملک کے Supreme Commander America کے صدر کو مبارکباد دیتے ہیں، ہمارے ملک کے وزیر اعظم ان کو مبارکباد دیتے ہیں، یہاں پر پاکستان کے عوام کی چیخیں نکل گئیں اور ابھی تک خوف و ہراس کی فضا میں ہے۔ ابھی تک ایبٹ آباد کا شہری، فوجی اور ملازم رات کو سو نہیں سکتا کہ یہ کیا ہوا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ہمارے ملک کی political power پاکستان کی تباہی کی مبارکبادیں دے رہی ہے۔ پوری دنیا چیخ چیخ کر پاکستان پر جس طرح ابھی میرے دوستوں نے کہا ہے کہ ہندوستان جس کو پاکستان ایک آنکھ نہیں بھاتا، اس کا media, politicians and Government اپنے case کو مضبوط کر کے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نہیں کہتے تھے کہ تمام terrorism کا منبع اور اڈا پاکستان ہے۔

جناب چیئرمین! اب ایک دو باتیں کرنے والی ہیں، اگر کوئی ان کو نہ سمجھے یا نہ کرے، وہ ایک الگ بات ہے لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے repercussions نہیں ہوں گے۔ یہاں پر خود مختاری کی بات ہوئی ہے، مجھے اس بات کا بڑا فکر ہوتا تھا کہ پچھلے دس سالوں سے ہماری خود مختاری خطرے میں ہے، وہ ہر وقت ڈانواں ڈول رہتی ہے۔ اس واقعے کے بعد یہ بات بہت آگے نکل گئی ہے۔ اب خود مختاری کی فکر نہیں رہی، اب سلامتی کے لالے پڑ گئے ہیں، اب ملک کی سلامتی پر questions اٹھنے لگے ہیں۔ ادھر جو طاقتیں حلیف ہیں، ہم جن کے آگے دس سالوں تک red carpet بچھاتے رہے، وہ راضی نہیں ہوتے، ان کی آنکھوں میں اب اور خون اتر آیا ہے، ان کے جو اعلانات ہیں، ان کی کانگرس bill پیش کر رہی ہے کہ پاکستان پر sanctions لگائی جائیں اور پاکستان کی امداد بند کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ان کی military forces and agencies کے جو عزائم ہیں اگر وہ آپ between the line پڑھیں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ آئندہ مستقبل میں پاکستان اور پاکستان کی عوام کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

جناب چیئرمین! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہماری political power کی یہ حالت ہے کہ آج ایک ہفتہ ہو گیا ہے مگر وہ اس پر ابھی تک اپنی cabinet meeting بھی نہیں کر سکے۔ اس موجودہ حکومت پر الزام ہے کہ ادھر یہ 2مئی کا واقعہ ہو رہا تھا اور ادھر پاکستان مسلم لیگ (ق) کے ساتھ بٹوارے ہو رہے تھے، وزارتوں کی تقسیم ہو رہی تھی بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وزارتوں کی تقسیم کیا ہو رہی تھی political workers کی political casualty ہو رہی تھی۔ میں رات کو سن رہا تھا کہ latest political casualty صابر بلوچ صاحب کی تھی، جن کو Judges Committee سے ہٹا کر کسی اور

کو بٹھا دیا گیا۔ ہمارے ملک کے ااندرونی معاملات کی یہ حالات ہے۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ پاکستان کی موجودہ حکومت صرف Cam'ron Mentor اور کیمرے کے سہارے سے چل رہی ہے، ان کو کیمرون تھپکی دیتا ہے، ان کو dictation دیتا ہے، ان کو اپنی پالیسی دیتا ہے اور کیمرہ ان کی تصویر چھاپ دیتا ہے، اللہ اللہ خیر صلہ، یہ ہے ہماری حکومت، اگر ہماری حکومت نے کیمرون اور کیمرے کے سہارے سے چلنا ہے تو اس طریقے سے ملک نہیں چل سکے گا۔ آپ کو مجھ سے بھی زیادہ علم ہو گا کہ آج گلی کوچوں میں قوم کے مطالبے ہو رہے ہیں کہ اس طرح بات نہیں بنے گی۔ ابھی فاضل ممبر صاحب کوئی مثال دے رہے تھے کہ میرا ماما آیا تو پھر دیکھ لینا۔ میں اپنی military power کو کم از کم اس حد تک مبارکباد دے سکتا ہے ہوں کہ انہوں نے دوسرے تیسرے دن اپنے core commanders کی میٹنگ بلائی اور اس میں اعلامیہ جاری ہوا کہ آئندہ یہ بات برداشت نہیں کی جائے گی، اس بات کے بارہ گھنٹے بعد پھر drone attacks ہوئے۔ پاکستان کے politician, parliamentarian, political parties اور پاکستان کی عوام پوچھ رہے ہیں کہ ظالموں ہمیں بتاؤ تو سہی کہ کر کیا رہے ہو اور ہو کیا رہا ہے؟ یہ بھی ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم پوچھیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں لیکن یہاں کوئی بتانے کے لیے تیار نہیں ہے، ہمیں اندھیرے میں رکھ کر مار رہے ہیں یعنی ہم سے یہ حق بھی چھیننا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آج جس بات کی ضرورت ہے اور شاید کوئی اس بات کو مذاق سمجھے یا یہ سمجھے کہ یہ بات بڑی زیادتی ہے لیکن ہمارے responsible لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح بتائیں کہ اتنا بڑا واقعہ ہوا۔ ہمارے Air Chief صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے radar system کے switches خود بند کیے ہوئے تھے، ایک سپہ سالار کی اس قسم کی غیر ذمہ دارنہ باتیں اور اس کے بعد اب ان کا نچلا سٹاف صفائی پیش کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں conclude کر لیجیے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جی میں conclude کر رہا ہوں۔ میرے فاضل ممبر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرا ٹائم بھی لے لو اور جاری رکھو۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ ان کا ٹائم نہیں لے سکتے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آج میں اس ایوان میں آپ کی وساطت سے مطالبہ کرتا ہوں اور یہ میری اکیلی ذات کا مطالبہ نہیں ہے، ملک کے گلی کوچوں میں جا کر دیکھیں، یہ مطالبہ

پاکستان کی عوام کا مطالبہ ہے کہ پاکستان کے supreme commander اور پاکستان کے صدر محترم فی الفور استعفیٰ دے دیں اپنا عہدہ ایوان بالا کے چیئرمین کے حوالے کر دیں۔ یہ پاکستان کی عوام کا مطالبہ ہے کہ وزیراعظم صاحب فی الفور استعفیٰ دیں، پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف، ISI کے چیف جن کا 28 دن پہلے notification ہوا ہے اور ان کی سروس میں اضافہ ہوا ہے، وہ resign دیں۔آج news چھپی ہے کہ جب بات کا پتا چلے گا تو پھر head roll کیے جائیں گے۔ حقانی نیٹ ورک جو امریکہ کی بغل میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ ان کو نظر نہیں آرہا۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے، آج اس قوم کے راہنماؤں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے، وہ جو کہتے ہیں کہ آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو محفوظ رکھے، قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس ملک کو نااہل قیادتوں سے محفوظ رکھے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔ اس موضوع پر تقریباً ایک ہفتے سے پوری دنیا میں پاکستان پاکستان ہو رہا ہے۔ اس ہاؤس سے بھی بڑی اچھی تقاریر ہوئیں، جس نے جو بھی کہا وہ اس کے دل کی آواز تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ڈار صاحب اور رضا ربانی صاحب نے ہاؤس کو ایک مکمل briefing دی اور ہر شخص یہی چاہ رہا تھا۔ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پاکستان آج تک امریکہ کی دہشتگردی کی جنگ اپنے ملک میں لڑ رہا تھا، انہوں نے پاکستان کو کتنے crown دیئے ہیں، پاکستان نے اپنی economy, اپنے لوگ اور اپنی سرزمین کھوئی ہے اور اسے اس کے بدلے میں کیا ملا ہے؟ اب اتنی بڑی بدنامی کا داغ لگایا جارہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ پاکستانی failure نہیں ہے، اگر آپ امریکہ کے بھی روزانہ کے بیانات دیکھیں تو وہ بھی questionable ہیں۔ آج آپ کہہ رہے ہو کہ آپ نے بن لادن کو مار دیا، کل آپ ایک ویڈیو دکھا رہے تھے کہ وہ پتا نہیں کب کی ہے اور وہ کس جگہ پر بیٹھا ہے، کون جانتا ہے کہ یہ کہاں کی ہے۔آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اس کی لاش بڑے احترام سے سمندر میں پھینک دی، تمام اسلامی طریقے اپنائے گئے۔ یہ سب کچھ کس کے سامنے کیا؟ آج ان کے دانشور بھی ان کے لیے لکھ رہے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا بڑا غلط کیا۔ اگر وہ اتنا ہی بڑا دہشتگرد تھا اور واقعی آپ نے اس کو مار دیا ہے تو اس کو دنیا کے سامنے لائیے۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے دہشتگردی ختم کر دی۔ آپ صدام کو لٹکا کر

پوری دنیا کو دکھا سکتے تھے مگر کیا وجہ ہے کہ آج آپ اپنے ملک میں اپنے لوگوں کو یقین دلانے کے لیے اس کی لاش کیوں نہیں دکھا رہے؟

جناب والا! میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت ہمیں سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے، ہماری پارلیمنٹ، ہماری عوام، ہماری فوج، ہماری ایجنسیوں کو ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ میں media سے بھی request کروں گی کہ اپنے ملک کی بدنامی کی تشہیر کم کریں، اس لیے کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ پاکستان کے لیے بہت زیادہ ہے، اس ملک کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ ہم اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی فوج کو، اپنی ایجنسیوں کو، اپنے ملک کو بدنام کر کے کوئی بہت بڑا نام کما لیں گے تو میرے خیال میں یہ ہماری غلط فہمی ہے۔ میں مانتی ہوں کہ ہماری فوج کا بھی failure ہو سکتا ہے مگر ہم کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری فوج نے کتنے جوانوں کی قربانیاں دی ہیں، کتنے شہیدوں کا خون ہے، کتنے بے گناہ لوگ ڈرون حملوں میں مارے گئے ہیں، ہمارے KP کے کوئی وزیر، کوئی سفیر ایسا نہیں بچا جس کے گھر کا بچہ یا جوان نہ مارا گیا ہو۔ یہ سب قربانیاں کس لیے تھیں، اسی عوام کے لیے تھیں۔ آج ہم کہہ رہے ہیں کہ تین بجے صدر صاحب کو اور وزیراعظم صاحب کو فون کر کے اٹھایا گیا، ارے بھئی تین بجے وہ سوئیں نہ تو پھر کیا کریں، تین بجے آپ نے سوتے کو ہی اٹھانا تھا، صدر اور Prime Minister کا کام تو نہیں تھا کہ وہ radars کو check کرتے۔ اگر صدر اور وزیراعظم کے مستعفی ہونے سے ڈرون حملے رک جاتے ہیں تو یقیناً وہ مستعفی ہو جائیں۔ صدر اور وزیراعظم کے مستعفی ہونے سے امریکہ اپنی پالیسی تبدیل کرتا ہے تو وہ دونوں مستعفی ہو جائیں۔ ہمیں اس سلسلے میں ایک مشترکہ لائحہ عمل بنانا ہوگا۔ پارلیمنٹ کا اکٹھا اجلاس بلائیں، تمام ممبران کو incamera briefing دی جائے اور تمام لوگوں کی recommendations لی جائیں اور ان recommendations پر آگے کی پالیسی مرتب کی جائے کہ امریکہ سے ہم برابری کے تعلقات چاہیں گے، کیا امریکہ سے ہم غلامی کے تعلقات چاہیں گے، کیا ہم یہ چاہیں گے کہ امریکہ جو ہماری امداد کر رہا ہے اس کے بدلے میں ہماری سرزمین پر جس طریقے سے اس نے ایک ڈاکو والا کردار ادا کیا ہے کیا اسی طریقے سے وہ کردار ادا کرے گا۔ ہمیں سب سے پہلے اپنی اس سرزمین کی، ان لوگوں کی حفاظت کی بات کرنی ہوگی۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ ہم بات تو بڑے دھڑلے سے کر دیتے ہیں، ہم بڑے بے خوف ہو کر بات کر دیتے ہیں مگر ہمیں اس کے نتائج بھی دیکھنے چاہییں کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ کیا ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ہمیں ان کی امداد نہیں چاہیے.Is it O.K کیا ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ہمیں امریکہ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے تو پھر ہم اس کو cut of date دے دیں کہ اس کے

بعد ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ اپنے کام سے سروکار رکھیں ہم اپنے کام سے۔ جب ہم نے اس سے امداد بھی لینی ہے ، ہم نے اپنی معیشت بھی چلانی ہے، ہم نے اپنے طالبعلم وہاں پڑھنے کے لیے بھی بھیجنے ہیں ، ہم نے امریکہ کے ساتھ تعلقات بھی رکھنے ہیں تو پھر ہمیں ایک پالیسی مرتب کرنی ہوگی جس پالیسی کے تحت ہم دونوں ممالک یعنی پاکستان اور امریکہ ایک ایسی پالیسی پر چلیں جس سے آنے والے وقتوں میں، جیسا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے یہ ایک بدنامی ہے، ایسا نہ ہو۔ دومئی کو جو واقعہ ہوا ہے اس وقت میں جدہ میں تھی وہاں کے جو لوگ ہیں ، وہاں کے عربی جن کا یہ شہری ہے وہ پاکستان کو گالیاں دے رہے ہیں کہ یہ سب کچھ پاکستانیوں نے کیا ہے۔ ارے تمہارے ملک کا باشندہ، تمہارا پالا ہوا، تمہارے ملک میں اربوں کھربوں روپے کی investment کرنے والا شخص اس نے پاکستان کو کیا دیا۔ پاکستان کو بدنامی کے سوا کیا دیا۔آج اگر وہ مارا گیا ہے ، میں نہیں سمجھتی کہ وہ یہاں مارا گیا ہے بہرحال حقیقت وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آجائے گی۔ اگر ایسی بات ہے ، اگر یہ failure ہے تو آپ کا 9\11 بھی failure ہے، اگر یہ failure ہے تو ممبی حملہ بھی failure ہے، اگر یہ failure ہے تو آپ کی بہت سی ایسی اور بھی چیزیں ہیں جو عوام کے سامنے ہیں اور آپ بھی آج تک ان کے جوابدہ ہو اور آج تک آپ اپنے لوگوں کو جواب نہیں دے سکے کہ جو کچھ آپ نے کیا وہ عوام کے مفاد میں کیا۔آپ اپنے الیکشن کی تیاری کر رہے ہو جس کے لیے میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ایک ڈرامے سے کم نہیں ہے۔پہلے آپ نے ریمنڈ ڈیوس کا ڈرامہ رچایا اس کے بعد آپ نے اسامہ کا ڈرامہ رچایا اور آج اوبامہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے victory لے لی ہے۔ میں فاتح ہوں۔ اگر ایک شخص کی اتنی دہشت تھی جس کے مرنے کے بعد بھی اس کی روح سے آپ پریشان ہیں کہ اس کو دکھائیں گے تو لوگوں کے جذبات ہمارے خلاف ابھریں گے تو کیا آپ یہ سمجھتے ہو کہ وقت کے ساتھ یہ چیزیں لوگوں کے سامنے نہیں آئیں گی۔میں سمجھتی ہوں کہ مرنے کے بعد اسامہ جانے اور اس کا خدا جانے ہمیں نہیں پتا کہ وہ کتنا اچھا تھا اور یا کتنا برا تھا یہ اس کے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔اب آپ اس کو چھوڑ دیں آگے آنے والی پالیسی کے لیے ہمیں بات کرنی ہے۔

جناب والا، اس کے لیے میری humble request یہی ہے آپ کے توسط سے کہ ایک مشترکہ اجلاس بلائیں ، تمام پارٹیوں کو بلائیں ، ہماری فوج کے جو سرکردہ لوگ ہیں ان کو بلائیں، ہمارے ملک کی تمام سیکیورٹی ایجنسیوں کے جو سربراہ ہیں ان سب کو بلائیں اور اپنی recommendations دینے کے بعد اس پاکستان کی سرزمین کی سلامتی ، مضبوطی کے لیے ایک ایسا

لائحہ عمل بنائیں جس میں تمام لوگوں کی رائے شامل ہو۔ یہاں بیٹھا ہوا ہر شخص پاکستانی ہے اور وہ اپنے ملک اور اپنے مذہب سے بہت محبت کرتا ہے اور اس محبت کا ثبوت یہ ہے کہ آج ہر شخص اپنے ملک کے غم میں تڑپ رہا ہے۔وہ اپنے آپ کو زخمی سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہوا پاکستان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ پاکستان نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کے باوجود بھی اگر بدنامی لینی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بڑی قابل افسوس بات ہے۔شکریہ۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ رازق خان صاحب۔

سینیٹر عبدالرازق: شکریہ۔ جناب چیئرمین! دو مئی، ایبٹ آباد کا واقعہ میری نظر میں ایک بہت بڑا واقعہ ہے اور میں تو اس کو پاکستان کا 9\11 کہوں گا۔ غیر ملکی فوج پاکستان میں داخل ہوتی ہےاور پاکستان کی air space میں پچاس منٹ کی پرواز کرتے ہوئے کارروائی کرتے ہیں اور اپنے اہداف حاصل کرنے کے بعد بحفاظت نکل جاتے ہیں اور امریکی صدر ہمیں پیغام دیتا ہے کہ ہم نے آپ کے ملک میں یہ کارروائی کی۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری Air Force کاfailure ہے۔ پاکستان کی air space میں کوئی داخل ہوتا ہے اور اس کو پتا ہی نہیں چلتا۔کہاں گئے سویڈن کے وہ اواکس طیارے جو فضاء میں face کرنے والے ہیں۔ کیا یہ Air Force قوم کو یہ اطمینان دے سکتی ہے کہ کل یہ واقعہ دوبارہ نہیں ہوگا۔ کیا یہ اطمینان دے سکتے ہیں کہ غیر ملکی فوجیں وزیراعظم ہاؤس میں land نہیں کریں گی، ایوان صدر میں land نہیں کریں گی۔ مریدکے میں آپریشن نہیں کریں گی۔

جناب چیئرمین! یاد رکھیں ایبٹ آباد جیسے واقعہ کو اگر نہ روکا گیا تو شاید پاکستان کے ساتھ وہ سلوک ہونے والا ہے جو کولمبیا یا پانامہ کے صدر کے ساتھ ہوا تھا کہ وہاں امریکن فوجیں اتری تھیں اور انہوں نے اس ملک کے صدر کو اٹھایا تھا اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔آج ہمارے کردار کو ساری دنیا میں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک بہت بڑی سازش میں پھنس رہے ہیں اور ملکی سلامتی کو سنگین خطرات لاحق ہو رہے ہیں۔ یہ ایک آغاز ہے ، آگے آگے دیکھئیے ہوتا ہے کیا۔ ہمارے Intelligence ادارے ناکام ہو چکے ہیں اور ان ہی اداروں کی وجہ سے آج ہمارے ملک کا یہ حال ہو رہا ہے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ 1978 میں جب افغان جنگ شروع ہوئی تو ان ہی خفیہ اداروں نے پوری دنیا سے اور دنیا کے مختلف اسلامی ممالک سے ہمارے مسلمان جنگجوؤں کو جمع کیا اور

یہاں جہاد کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد جہاد کے مقاصد حاصل ہوئے اور ہم اپنے اہداف حاصل کر چکے لیکن اس کے بعد کیا ہوا کہ خفیہ ادارے جن لوگوں کو باہر سے لائے تھے ان کو شطر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا۔ اب پاکستان کی سرزمین سے تو کبھی الجزائر میں، کبھی ازبکستان میں اور کبھی چیچنیا میں کارروائیاں ہو رہی ہیں اور کبھی سنکیانگ چین میں، جو ہمارا قریبی دوست ملک ہے، کارروائی ہو رہی ہے اور پاکستان کا تشخص ایک نئے طریقے سے ابھر گیا ہے۔

جناب چیئرمین! ان ہی پالیسیوں کے تحت ہم نے افغانستان کو پاکستان کا پانچواں صوبہ declare کیا ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ افغانستان کا صدر فلاں ہونا چاہیے ننگرہار کا گورنر فلاں ہونا چاہیے، قندہار کا گورنر فلاں ہونا چاہیے یہی پالیسی ہمیں لے ڈوبی۔ افغانستان ایک آزاد ملک ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی آزادی کی قدر کریں اور ان کو اپنی مرضی سے جینے کا حق دیں اور ایک اچھے پڑوسی کا کردار ہمیں ادا کرنا چاہیے۔ آج کا دور سٹیلائٹ کا دور ہے۔ دنیا ایک global village میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اب کوئی بات دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں بحیثیت فاٹا پارلیمنٹیرین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں اور صاحب اختیار لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان افغان پالیسیوں کے ثمرات ہمیں کیا ملے؟ ہمارا فاٹا تباہ و برباد ہو گیا۔ کوئی سکول، کالج، ہسپتال نہیں بچا اور معیشت تباہ ہو گئی۔ ہماری بستیوں کی بستیاں ویران ہو گئیں اور آج ہم اپنے ملک میں پناہ گزینوں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور اپنے گھروں تک نہیں جا سکتے۔ ہم سب کچھ چھوڑ کر وہاں سے نکلے ہیں یہی پالیسی ہے جو پالیسی میکر ہیں ان سے پوچھیں کہ اس کے ثمرات یہی ہیں۔ آج فاٹا میں ہر روز آٹھ دس سر کٹی لاشیں مل رہی ہیں۔ کیا یہی پالیسی ہے اور اسی پر پاکستان چلے گا۔ لوگ ذہنی طور پر بیمار ہو گئے ہیں اور ہمارے بچے بچیاں پاکستان کے مستقبل کے متعلق سوچتے ہیں۔

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب دیکھیں معزز رکن تقریر کر رہے ہیں اور آپ کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ جی۔

سینیٹر عبدالرازق: کیا یہ وہ پاکستان ہے جس میں ہر روز لوگوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ کراچی میں دیکھیں روزانہ لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے، فاٹا میں ہو رہا ہے، اس ملک میں مذہب کے نام پر شیعہ سنی فسادات ہو رہے ہیں، نسلی فسادات ہو رہے ہیں۔ اس ملک میں کہیں فاٹا کے نئے صوبے کی

آوازیں اٹھ رہی ہیں، کہیں سرائیکی صوبے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، کبھی ہزارہ صوبے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ ہم انفرادیت کی طرف جارہے ہیں۔ پاکستانیت کی بجائے ہماری منزل کوئی اور ہے۔

جناب چیئرمین! ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ ہماری forces کے پانچ ہزار جوان اور پینتیس ہزار کے قریب civilians اس جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود بھی دنیا ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ چیئرمین صاحب! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمیں افغان پالیسی کو تبدیل کرنا ہوگا، دنیا کو یہ باور کروانا ہوگا کہ غلط کو غلط کہیں گے اور ٹھیک کو ٹھیک کہیں گے۔ خود بھی امن سے رہنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو بھی امن سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں آزاد اور خوشحال دنیا کے ساتھ چلنا چاہیے اور ہمیں دنیا کو یہ بھروسا دینا چاہیے کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے سنا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! ایک مختصر گزارش کروں گا۔ جنابِ وزیرِاعظم صاحب کے بارے میں سنا ہے کہ وہ نیشنل اسمبلی میں آکر بیان دیں گے اور اپنا موقف پیش کریں گے لیکن اس حوالے سے وہ سینیٹ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بہت ہی نامناسب ہے۔ اس طرح سینیٹ کو نظر انداز کرنا اور کسی بھی طرح شمار نہ کرنا، اس حوالے سے ہم اپوزیشن کے اراکین واک آؤٹ کریں گے۔ ہم حکومتی اراکین کو دعوت دیں گے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ علامتی واک آؤٹ کریں۔

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! سینیٹ کے اجلاس میں ہمارے اپوزیشن اور حکومتی بنچوں سے یہ demand کیا گیا تھا کہ پرائم منسٹر صاحب یہاں آکر اپنا پالیسی بیان دیں لیکن انہوں نے سینیٹ میں آنا گوارا نہیں کیا۔ اس وقت وہ قومی اسمبلی میں بیان دے رہے ہیں۔ لہٰذا، یہ پورا House پرائم منسٹر کے رویے کے خلاف دومنٹ کے لیے واک آؤٹ کرتا ہے۔

(اس موقع پر ماسوائے پیپلز پارٹی کے اراکین کے، باقی تمام اراکین واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: ہمایوں صاحب! آپ تو نہیں جارہے؟ اگر آپ نہیں جارہے تو please اپنی speech کیجیے۔ بہت بہت شکریہ ہمایوں صاحب۔ بسم اللہ کیجیے، ماشاء اللہ آپ بہت اچھا بولتے ہیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: شکریہ جنابِ چیئرمین۔ جب سے 2 مئی کا واقعہ ہوا ہے اور اس وقت سے جب سے اس House میں اس پر debate شروع ہوئی ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے colleagues اور وہ senior colleagues جو بہت ہی cool minded ہیں اور normally بہت دھیمے انداز سے بولتے ہیں، وہ بھی بہت fuelled up اور بڑے غصے میں ہیں۔ ابھی تک جتنے بھی لوگوں نے تقاریر کیں، سب بڑے غصے میں نظر آرہے ہیں۔ باہر بھی میں جب عام لوگوں سے ملتا ہوں، پوری قوم کے اندر ایک غصہ ہے۔ اس معاملے میں میرا بھی کوئی exception نہیں ہے۔

جناب! 2 مئی جہاں اسامہ کی موت کا دن ہے وہیں میرے 11 سالہ بیٹے کا birth day بھی ہے۔ ہم ہمیشہ اس کا birth day مناتے ہیں۔ اس دن میں نے اس سے کہا کہ ہم آج آپ کا birth day نہیں منائیں گے، اس نے پوچھا کہ کیوں بابا۔ میں نے کہا کہ آج اس طرح سے ایک واقعہ ہوا ہے، اسامہ بن لادن کو مار کر لے گئے ہیں۔ میرا بیٹا کہنے لگا کہ بابا یہاں تو ہر روز اس طرح ہوتا ہے، کتنے سالوں سے روزانہ ہم دیکھتے ہیں، یہ کون سی نئی بات ہے۔ میں نے اس سے کہا، بیٹا، آج بہت بڑا دن ہے، آج بہت غم والا دن ہے، پاکستان پر حملہ ہوا ہے۔ بیٹا پوچھتا ہے بابا کس نے کیا ہے۔ میں نے کہا امریکہ نے کیا ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ امریکہ تو ہمارا دوست ہے، اس نے کیوں حملہ کیا ہے۔ میں نے کہا اس طرح ہمارے دوست نے ہی ہم پر حملہ کیا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ پاکستان نے پھر کیا کیا ہے۔ میں نے کہا، پاکستان نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کہتا ہے کیوں، ہمارے پاس تو ایٹم بم بھی ہے، ہمارے پاس میزائل بھی ہیں، ہمارے پاس F-16 بھی ہیں۔ وہ چھوٹا بچہ ہے اس کو اتنا ہی پتا ہے۔ میں نے کہا، بیٹا، اس دن کچھ بھی ہمارے کام نہیں آیا، ہمارے سب لوگ سو رہے تھے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب چیئرمین! کورم نہیں ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ کورم کا احساس کیا جائے، کورم پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: ابھی دو منٹ میں کورم پورا ہوجائے گا، وہ دو منٹ کے لیے گئے ہیں۔ دو منٹ میں آجائیں گے، ہزاروں روپے حکومت کے خرچ ہوتے ہیں اس اجلاس کے لیے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب! کورم نہیں ہے، میں عرض کر رہا ہوں۔ آپ گنتی کروالیں، ٹھیک ہے اگر کورم پورا ہے تو آپ چلائیں۔

جناب چیئرمین: چلیے جی bells بجادیجیے کیونکہ کورم point out کردیا گیا ہے۔

We should follow the rules.

(The bells were rung for five minutes)

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس آگئے)

جناب چیئرمین: جی ممبران کی تعداد پوری ہو گئی ہے۔ ہمایوں صاحب! please continue.

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب والا! اگر آپ سوچیں تو اس واقعے کے تانے بانے افغانستان کی جنگ سے ملتے ہیں۔ جب روس وہاں سے چلا گیا اور مجاہدین آگئے، اس کے بعد طالبان آئے۔ ہماری غلط پالیسی نے اس وقت سے اس میں خرابی پیدا کر دی کہ بجائے ہم یہ کوشش کرتے کہ افغانستان میں تمام قوموں پر مشتمل ایک قومی حکومت بناتے، ہم نے طالبان کو support کیا۔ جناب والا! میں disturb ہو رہا ہوں۔

Mr. Chairman: Zahid *Sahib*, I request you to listen to the honourable member. He is complaining that he is getting disturbed.

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب والا! اس وقت ہم نے طالبان کو support کر کے افغانستان کو اپنا پانچواں صوبہ بنانا چاہا، اس میں کامیاب نہیں ہوئے اور افغانستان میں القاعدہ اور دوسرے لوگ آکر آباد ہوگئے اور اس کو دہشت گردی کی ایک آماجگاہ بنادیا۔ جب 9/11 کا واقعہ ہوا اور وہاں سے طالبان کو حکومت سے نکال دیا گیا تو وہاں پر پاکستان کا کوئی دوست نہ رہا۔ Northern Alliance والے حکومت میں آگئے، وہ ہمارے بجائے انڈیا کے زیادہ close ہیں۔ تیس سال قربانی دینے کے باوجود، تیس سے چالیس لاکھ افغان بھائیوں کو ہم نے اپنے ملک میں جگہ دی، ان تمام قربانیوں کے باوجود آج افغانستان انڈیا کا ہم سے زیادہ قریبی دوست ہے۔ اُن کو آپ دہشت گرد کہہ لیں یا جو بھی کہہ لیں، امریکہ ان کے پیچھے لگ گیا اور اس وقت کی ہماری حکومت کی غلط پالیسی جو اُن کی ایک ٹیلیفون کال پر اُن کی ساری demands مان لی گئیں لیکن اس میں بھی انہوں نے ایک double standard

برقرار رکھا۔ اس double standard کا آج یہ نتیجہ نکلا کہ وہ ہم پر اعتبار نہیں کرتے، خود یہاں drone attacks کرتے ہیں اور انہوں نے یہاں پر اپنے ریمنڈ ڈیوس چھوڑے ہوئے ہیں۔

جناب والا! اسامہ بن لادن کو مارنے اور اٹھا کر لے جانے کا جو واقعہ ہوا، یہ بھی وہی سوچ ہے کہ انہوں نے کارروائی تو کر لی لیکن ہمیں بتایا تک نہیں اور جس پر CIA کے Chief کا ایک بیان بھی ہے کہ اگر ہم ان کو بتاتے تو شاید یہ ان کو بتا دیتے اور بھگا دیتے۔ یہ ہمارے منہ پر ایک طمانچہ ہے کہ دس سال تک ہم نے امریکہ اور NATO Forces کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف front line state کا کردار ادا کیا، ہم نے اپنی economy تباہ کی، ہمارے ہر گلی کوچے میں بم دھماکے ہونے لگے، ہمارے مرد، عورتیں اور بچے مرنے لگے، ہمیں اس کا صلہ یہ ملا کہ دس سال بعد ان تمام قربانیوں کے باوجود بھی وہ ہم پر اعتبار نہیں کرتے ہیں اور ہمارے ہی ملک میں آ کر اس طرح کی کارروائیاں کرتے ہیں جس سے ہماری خود مختاری، ہماری غیرت اور ہمارے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ امریکہ نے اس کے بعد یہ بھی کہا ہے کہ ہم ایسی مزید کارروائی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ایک جمہور بچہ ہندوستان بھی کہتا ہے کہ میں بھی ایسی کارروائی کر سکتا ہوں اور آپ سب لوگوں کو پتا ہے کہ ماضی میں ہندوستان اور اسرائیل کئی مرتبہ پاکستان کے nuclear programme پر حملہ کرنے کے کئی منصوبے بنا چکے ہیں لیکن وہ ناکام ہوئے۔ آج انڈیا، امریکہ اور اسرائیل مل کر ایک troika بنا کر آپ کے خلاف کیا کر سکتے ہیں؟ یہ انتہائی نازک مسئلہ ہے۔ بہت سوچ بچار کا مسئلہ ہے، ہم انتہائی خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس situation سے کس طرح نکلنا ہے؟ ہماری قوم کے لیے یہ ایک challenge ہے۔ پوری قوم نے متحد ہو کر اس کا جواب دینا ہے۔ یہاں پر یہ بھی باتیں ہوتی ہیں کہ اگر ہم امریکہ سے امداد لیتے ہیں تو پھر ہم ان سے اپنے مطالبات نہیں منوا سکتے، علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

اے طاہر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

جناب والا! ہماری تمام پارٹیاں جو پارلیمنٹ میں ہیں اور جو پارلیمنٹ سے باہر ہیں، ان کو سر جوڑ کر اس مسئلے کا حل نکالنا ہے اور اپنی foreign policy کو revisit کرنا ہے۔ ہمارے دشمن دن بدن ہمارے بڑھتے جا رہے ہیں اور ہمارے دوست کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم کشمیر کا مسئلہ حل کر دیتے ہیں تو پھر ہمارے کچھ دشمن کم ہو جائیں گے۔ اگر ہم اپنے آپ کو اپنے پیروں پر کھڑا کرتے ہیں،

اپنے resources mobilize کرتے ہیں، اپنے ہاں corruption کو ختم کرتے ہیں، اپنی economy کو پیروں پر کھڑا کرتے ہیں تو ہمیں کسی کی امداد کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر چیز سے نوازا ہوا ہے۔ ہم جب بھیک مانگتے ہیں تو ہماری پرواز میں کوتاہی آتی ہے۔ ہم نے آج بحیثیت قوم یہ فیصلہ کرنا ہے۔

جناب چیئر مین: ہمایوں صاحب! اب conclude کر لیجیے۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب چیئر مین! اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ اس واقعے کے پس منظر میں، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کیونکہ یہ معاملہ یہاں پر نہیں رکے گا، یہاں اور بھی حملے ہوتے رہیں گے، ہو سکتا ہے کہ کوئی اور طالع آزما بھی ایسی کوششیں کریں۔ اس سے پہلے کہ ہم مزید بے عزتی برداشت کریں، اس سے پہلے کہ دنیا ہمیں مزید جھوٹا کہے، ہمیں اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا ہے اور اس مسئلے کا حل ہماری political leadership ہی تلاش کر سکتی ہے۔ اس لیے ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے اور تمام پارٹیوں کو اس میں مدعو کر کے اس قصے کا حل نکالا جائے۔ جیسے زاہد خان صاحب نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کی طرز پر ایک کمیشن بنایا جائے اور اس واقعے کی تحقیقات کر کے پارلیمنٹ اور قوم کے سامنے حقائق لائے جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئر مین: بہت بہت شکریہ۔ مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: جناب والا! ہم لوگ واک آؤٹ ختم کر کے واپس آ گئے لیکن وزراء صاحبان نہیں آئے۔

جناب چیئر مین: مولانا صاحب بسم اللہ کیجیے۔ وزراء صاحبان بھی آ جائیں گے۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب والا! Leader of the House بھی خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔ ہم آخر یہ باتیں کس کو سنا رہے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ جتنے بھی معزز ممبران اپنی input دیتے ہیں، حکمران اس پر تھوڑا سا غور کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نشستند، گفتند، برخاستند والی بات ہے تو آج adjourn ہی کر دیں۔

جناب چیئر مین: قائد ایوان note لے رہے ہیں۔ جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی۔۔۔) شکریہ جناب چیئرمین! میں بے حد شکر گزار ہوں کہ اس وقت ہمارا ملک اور قوم جس بحران سے دوچار ہے اس پر بات کرنے کا مجھے موقع عنایت فرمایا۔ ہاؤس اس وقت اس بات پر فکرمند ہے کہ ایبٹ آباد کے واقعہ نے بہرحال ہمارے قومی اور ملی تشخص کو مجروح کر دیا ہے۔جہاں تک میں سمجھا ہوں ہم اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو ملامت کر کے ایک دوسرے کو اس واقعہ کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ ہم حالات کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتے۔ حالات کو کوسنے اور حالات کا تجزیہ کرنے کے لیے جس information اور معلومات کی ضرورت ہے وہ ہماری security forces اور ہمارے حکمرانوں نے ہمیں نہیں دیں لہذا جب تک حالات کی گہرائی سے ہمیں آگاہی نہ ہو تو ہم کیسے تجزیہ کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ایک سوال جو اس وقت انتہائی اہم ہے ہمیں اس کا جواب دینا ہے اور ہمیں اپنی قوم کو اس بات پر مطمئن کرنا ہے کہ اگر امریکہ اور القاعدہ کی لڑائی ہے یا طالبان اور امریکہ اور کی لڑائی ہے یا پاکستان اور امریکہ کی لڑائی ہے یا پاکستان اور القاعدہ کی لڑائی ہے تو پھر یہ کیا معمہ ہے کہ ہمارے ملک کے اندر سی آئی اے بھی ہے، ریمنڈ ڈیوس جیسے کردار بھی ہیں ۔ ہمارے ملک کے اندر القاعدہ اور اسامہ بن لادن جیسے کردار بھی ہیں ۔ جتنے بھی طالبان پکڑے گئے ہیں وہ بھی پاکستان میں ہیں۔ آئی ایس آئی بھی پاکستان میں ہے۔ اتنے سارے اپنے ایک دوسرے کے مخالفین کو ایک ملک میں کیسے جمع کیا گیا ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی تہہ تک ہمیں بہرحال پہنچنا ہے اور اپنے آپ کو سمجھانا ہے۔

جناب چیئرمین! اب تک جو تجزیے ہو رہے ہیں جن کی ہمیں اخبارات کی حد تک اطلاعات ہیں یا جو information ہمیں ہے اس کی حد تک جب ہم سمجھ رہے ہیں تو دنیا تو یہی سمجھ رہی تھی کہ افغانستان میں لڑائی ہے بعض لوگوں کے تجزیے کے مطابق یہ روس اور امریکہ کی لڑائی ہے۔ بعض لوگوں کا تجزیہ ہے کہ یہ جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا میں امریکی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان ان کے ساتھ ہے، مخالفت میں نہیں ہے۔ جو ہماری security forces ہمیں بتا رہی ہیں اور جو ہم حالات سے سیکھ رہے ہیں، ہم تو یہی سمجھ رہے تھے کہ پاکستان کے حکمران اور security forces ملکی مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں لیکن بعض حالات اور واقعات نے ایسے سوالات اٹھائے کہ جن پر اب قوم کو اعتماد میں لیے بغیر ہم آگے سفر نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین، ہمارے پڑوس میں چین بھی ہے، ہمارے پڑوس میں ایران بھی ہے، ہمارے پڑوس میں ہندوستان بھی ہے، روس بھی ہے، وہاں یہ حالات کیوں نہیں ہیں اور ہمارے ملک میں ہی کیوں ہیں؟ یہ بھی بہرحال ایک سوال ہے جس کا ہمیں جواب دینا ہے اور تمام پڑوسی ممالک پاکستان سے خوش نہیں ہیں بلکہ ناخوش ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے پاکستان ایک ایسے نقطے پر آباد ہے کہ اس نے دنیا میں ہماری اہمیت کو اجاگر کر دیا ہے لیکن جس چوک میں ہم بیٹھے ہیں اس اہمیت کو ہم اپنے مفادات کے لیے کیش کر رہے ہیں یا امریکہ کے مفادات کے لیے کیش کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی ایک ایسا سوال ہے کہ علم اور تجارت کے ذریعے سے ہم نے دنیا کو متوجہ نہیں کیا اور ہم نے اس ملک کو security risk بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ میری اپنی عقل و فہم کے مطابق اگر یہ واقعات ہو جاتے ہیں اور امریکی security اہلکار آکر ہمارے ملک سے کسی آدمی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور ہمارا ایک بیان آجاتا ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ ڈرامہ ہے، حکومتی سطح پر ایک ہی بیان آجاتا تو مہینوں لگ جاتے اس واقعے کو ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ لاش کو کیوں دریا برد کر دیا۔ جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ جوان اسامہ کی ہے بوڑھے اسامہ کی نہیں ہے۔ اس واقعے کو ثابت کرنے کے لیے ان کو جو اقدامات اٹھانے تھے وہ نہیں اٹھا سکے لیکن افسوس کہ ہم یہ بھی نہیں کر سکے۔

جناب چیئرمین، وقت آگیا ہے، مالاکنڈ میں آپریشن ہو رہا تھا اور ایک آدمی ایف ایم ریڈیو پر احکامات جاری کر رہا تھا اور کسی کو کہہ رہا تھا کہ آپ فلاں وقت شوریٰ میں حاضر ہو جائیں۔ آپ کے خلاف کارروائی ہو گی۔ کل کو آپ کا گھر بلڈوز کر دیا جائے گا۔ یہ حکومت نہیں تھی بلکہ ایک آدمی تھا جو ایف ایم ریڈیو پر تقریر کر رہا تھا۔ جب ہم وہاں کے آرمی افسر سے ملے اور کہا کہ کم از کم ان کا ایف یم ریڈیو تو بند کر دیں تو ان کا جواب یہ تھا کہ ہمارے پاس ایف ایم ریڈیو کو بند کرنے کے لیے ٹیکنالوجی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، جب ڈرون حملے ہوتے ہیں تو ہماری حکومت اور ہماری security agencies والے یہی جواب دیتے ہیں کہ ڈرون حملے روکنے کے لیے ہمارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ جب باہر کی دنیا کے لوگ آکر حملہ آور ہو گئے، ہماری فضائی، بری اور بحری حدود کو پامال کر کے جاتے ہیں تو وہاں بھی ہمارا جواب یہی ہے کہ ہمارے پاس ایسی ٹیکنالوجی نہیں ہے کہ ہم دنیا کو اپنی سرحدات پر روک سکیں۔ ایک نوجوان کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ اگر دنیا چاہے تو ہماری پارلیمنٹ کو بھی یرغمال بنا سکتی ہے، ہماری ایٹمی ٹیکنالوجی کو بھی یرغمال بنا سکتی ہے اور اگر دنیا چاہے تو ہماری اس security کی جو طاقت دنیا کے سامنے موجود ہے اس کو بھی یرغمال بنا سکتے ہیں۔ ہم تو اپنے حلقوں

میں اپنی نوجوان نسل کے سامنے کسی قسم کا جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اس وجہ سے کہ ہمیں اندرونی حالات کی information نہیں ہے اور جو باہر سے دیکھ رہے ہیں وہ تو یہی ہیں۔ ایک وقت میں وزیر اعظم کا بیان آرہا ہے اس کی عبارت ایک ہے۔ دوسرے دن آتا ہے تو اس کی عبارت دوسری ہوتی ہے، تیسرے دن آتا ہے تو عبارت تیسری ہے۔صدر صاحب کی بھی یہی صورت حال ہے۔ ملک میں ایسے عالمی حالات کا دباؤ ہے اور ہمارے صدر اور وزیر اعظم باہر ہیں۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس میں ہم کوئی تجزیہ نہیں کر سکتے۔ ایک political کارکن کی حیثیت سے ہم اپنے ملک کے حالات سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہم اپنے ملک کے اندرونی حالات سے آگاہ نہیں ہیں۔ پارلیمنٹ کو اب تک اعتماد میں نہیں لیا گیا۔لہٰذا جناب چیئرمین! وقت آگیا ہے کہ ہم از سر نو، میں نے پہلے بھی یہ تجویز پیش کی تھی اور آج بھی یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جب تک سیاسی قیادت، جب تک عسکری قوت اور جب تک اس ملک کی اہم شخصیات مل بیٹھ کر آگے جانے کے لیے راستے کا تعین نہیں کرتے ، دوست اور دشمن کا تعین نہیں کرتے، جناب والا! اس وقت سب سے بڑا دوست جو ہمیں کتابوں میں پڑھایا جاتا ہے ، وہی دوست ہمارے ملک پر حملہ کرکے اس کو ملیامیٹ کر رہا ہے۔ دوست اور دشمن کا تعین ہم میں نہیں ہے۔ ہم دنیا کے سامنے explain نہیں کر سکتے لہٰذا جب تک یہ پوری قیادت مل بیٹھ کر آگے جانے کے لیے راستے کا تعین نہیں کرتی ، میرے خیال میں یہ ریاست کے لیے سب سے بڑی نقصان دہ چیز ہے اور جمعیت العلماء اسلام اس کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ فرح عاقل صاحبہ۔

سینیٹر فرح عاقل : شکریہ جناب چیئرمین! دو مئی کو یہاں پر جو واقعہ ہوا وہ بہت افسوسناک ہے مگر اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس واقعے نے بہت سارے سوالات کو جنم دیا ہے۔ابھی بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف television channels پر اور مختلف اخبارات میں تجزیے آ رہے ہیں، مختلف channels اس واقعہ پر کیا کیا videos دکھا رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لوگوں میں بہت زیادہ پریشانی اور confusion کی صورت حال بنی ہوئی ہے۔ کوئی سمجھ رہا ہے کہ شاید اسامہ کا واقعہ سارا کچھ ڈرامہ تھا یا حقیقت تھی ، یا بہرحال جو بھی تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کو فوری طور پر tackle کیا جاتا تا کہ لوگوں کے اندر جو confusion اور خوف و ہراس کی صورت حال ہے وہ پیدا نہ ہوتی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کئی سوال جو میرے ذہن میں بھی آرہے ہیں کہ اتنے سال ہم لوگ

یہی stance لیتے رہے کہ ہم بھی القاعدہ کے خلاف ہیں، ہمارے پاس اسامہ بن لادن نہیں ہے۔ پچھلے دس سالوں میں ہم لوگ اسی پر بات کرتے رہے کہ ہمارے پاس اسامہ بن لادن نہیں ہے اور at the end of the day پتا یہی چلتا ہے کہ وہ ہمارے ہی ایک شہر سے نکلتا ہے، برآمد ہوتا ہے بقول ان کے کہ انہوں نے اس کو یہاں سے پکڑا اور ادھر ہی اس کو مار کر ختم کر دیا۔ دوسری طرف ہم یہ بات کرتے ہیں کہ امریکہ نے ایسا کیوں کیا اور کیوں اس نے ہماری sovereignty اور خودمختاری کو للکارا جب کہ دوسری طرف ہم خود ہی یہ کہتے ہیں کہ ہم خود بھی اس کے خلاف تھے، ہم اس کو own نہیں کرتے تھے بلکہ disown کرتے تھے۔ ہم نہیں مانتے تھے کہ یہ لیڈر ہمارے پاس ہے۔ ظاہر ہے پھر امریکہ نے کوئی نہ کوئی طریقہ کار کرنا تھا۔ میں زیادہ حیران اس بات پر ہو رہی ہوں کہ یہاں پر ہماری فوج کو بھی میڈیا کی طرف سے target کیا جا رہا ہے کہ وہ inefficient ہے، یہ ٹھیک ہے کہ ہماری intelligence کی negligence ہے مگر ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کے تحت انہوں نے اس ساری چیز کو cover کیا ہوا تھا یا جو بھی تھا بہر حال یہ اتنا sensitive issue ہے کہ اس پر پھر بات وہی آجاتی ہے کہ ہماری قیادت کو چاہیے کہ یہ سارا confusion جو create ہو چکا ہے اس کو once and for all clear کرے اور عوام کو بتائے کہ کیا واقعہ تھا، کیا حقائق تھے، کیا سچ تھا، کیا جھوٹ تھا اور آئندہ کیا ہو گا؟ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ہم نے امریکہ کے ساتھ alliance کیا ہوا ہے کہ ہم اس کے دوست ہیں اور یہ war جو ہم نے اپنے آپ پر لاگو کی ہوئی ہے اور ہم اس میں آپ کا ساتھ دیں گے مگر اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ welfare state بننے کی بجائے ہم مزید پریشانیوں، الجھنوں اور قرضوں میں الجھتے جا رہے ہیں اور لوگوں کو کوئی relief نہیں مل رہی ہے۔ عوام ہے کہ پستی جا رہی ہے، مسائل ہیں کہ دوگنے، تگنے ہوتے جا رہے ہیں اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو it is high time کہ ہماری حکومت اپنی پالیسیوں پر سوچے اور ان کو review کرے کہ اس جنگ سے ہمیں کیا فائدہ مل رہا ہے؟ کیا ہم اس جنگ سے نکل سکتے ہیں؟ کوئی ایسا طریق کار ہے کہ ہم ایسا سوچیں کہ once for all اپنے آپ کو ان پریشانیوں سے نکالیں۔ ایک ایسا اتحادی جو ہمیں دوست بھی کہتا ہے اور ساتھ الزام بھی لگاتا ہے اور ہم پر trust بھی نہیں کرتا اور اس کے ساتھ دوستی ہمیں اتنی مہنگی پڑ رہی ہے کہ اس کے لیے ہم نے اپنا سب کچھ at stake لگا دیا ہے۔ پھر ہم بات کرتے ہیں کہ ہم خودمختار ہیں، دیکھیں، ہم کیسے خودمختار ہیں، اگر ہم خودمختار ہوتے تو پھر ہم اپنے decisions خود لیتے۔ ہمارے ملک میں ہمارے اپنے طریقہ کار سے کام ہوتا، ہم اپنے resources پر چلتے۔ اگر دیکھا جائے تو ہماری

خودمختاری as such ہے ہی نہیں۔ اسی لیے تو امریکہ ہمیں taken for granted لے رہا ہے اور صدر امریکہ کے messages اب بھی آرہے ہیں کہ پاکستان کو ابھی ان ان سوالوں کے جوابات دینے ہیں ۔ ابھی بھی وہ ٹھنڈے نہیں ہوئے ، ویسے تو انہوں نے مبارکبادیں وصول کرلی ہیں مگر ابھی بھی ان کے دل اور دماغ میں بہت سارے شکوک و شبہات ہیں اور وہ پاکستان سے expect کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اسامہ کی بیویاں اور بچے جو پاکستان کی custody میں ہیں ، ان کے بارے میں مزید بتائے گا اور وہ کب ہمارے حوالے کرتا ہے باقی اور بھی بہت سارے سوالیہ نشان ہیں کہ آئندہ اس سے بڑھ کر خدانخواستہ ہم نے کیا face کرنا ہے تو اس پر ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے۔ Thank you so much.

جناب چیئرمین:. Thank you. میرا خیال ہے کہ کچھ speakers ابھی باقی ہیں۔ We will adjourn the House for tomorrow. مغرب کا بھی وقت ہوگیا ہے۔ کل انشاء اللہ ساڑھے دس بجے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب والا! کل شام کو اجلاس رکھ لیں۔

جناب چیئرمین: شیرانی صاحب! نہیں، صبح کا فیصلہ ہوا ہے۔ تمام ایوان کی یہ sense ہے کہ کل صبح اجلاس ہو۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday the 10th May, 2011 at 10.30 a.m.

بہت بہت شکریہ۔

(The House was then adjourned to meet again on Tuesday the 10th May, 2011 at 10.30 a.m.)